ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
مجلہ
جون 2005



توحید
اور محبوبانِ خدا کے کمالات

اسلام اور
عصرِ جدید



کیا کیا رحمتیں لاتے ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام

اداریہ

اسلام اور سیکولرازم

قرآنِ کریم کی روشنی میں



ختم اور گیارہویں شریف

قصہ درد

واللہ ہے وراء الوراء ذاتِ کبریا

حمد، نعت کے حوالے سے

انسانیت کے اصل نگہباں حضور ہیں
سب سے بڑے محافظِ انساں حضور ہیں
سب کچھ مرا حضور ہیں میرے خدا کے بعد
مقصد، مراد، مدعا، ارماں حضور ہیں
اک دور تک نہیں ہیں نبی کی نوازشیں
حق ہے تو یہ کہ سرورِ دوراں حضور ہیں
حکمت حضور کی ہے حکومت حضور کی
حاکم، حکیم، محکم، حکم ہاں حضور ہیں
خلوت میں بھی حضور ہیں جلوت میں بھی حضور
پنہاں، نہاں، عیان و نمایاں حضور ہیں
کہتا ہے کون کام بناتے نہیں حضور
سب جانتے ہیں رحمت رحمٰں حضور ہیں
واللہ ہے وراء الوراء ذاتِ کبریا
پھر آپ؟ اصلِ عالم امکاں حضور ہیں
ہرسو حضور ہی کی تجلی ہے عطر بیز
جانِ گل و بہار و گلستاں حضور ہیں
جنت میں بھی حضور کے جلووں کی دھوم ہے
بیشک ملیکِ روضہ رضواں حضور ہیں
تابندہ الغرض شبستانِ کائنات
باعث ہے یہ کہ شمع شبستان حضور ہیں
آسی کو اپنے شیخ کی برکت سے ڈر نہیں
بیشک کریم و حافظ و نگراں حضور ہیں

پروفیسر محمد حسین آسی

علمبردارِ حق کی عظیم تحریک شیرانِ اسلام کا ترجمان

ماہنامہ

مجلہ الحقیقہ

پاکستان

شمارہ 9 — جلد نمبر 5

جمادی الاول سنہ ھ جون سنہ 2005

زیرِ سرپرستی

حضرت علامہ مولانا پروفیسر

محمد حسین آسی نقشبندی قادری

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو

فہرست

زرِ تعاون

پاکستان فی پرچہ 15 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/150

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر ریلوے روڈ نزد نیشنل بنک شکر گڑھ

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے [illegible] سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ [illegible] شکر گڑھ فون 0542-451734 سے شائع کیا

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس - ۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ ادار یہ

کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں ﷺ

سرپرست اعلیٰ کے قلم سے

اس وصف پر مفتخر تھے کہ عدالت میں ایک ذرہ خاک راہ اور ایک کوکب حکومت دونوں کی حیثیت مساوی ہے۔

"یہ ممکن ہے کہ ناظرین کتاب ان واقعات صحیحہ کو ایک کہانی کے طور پر پڑھ جائیں، مگر ان واقعات کی قدر و منزلت اس وقت معلوم ہوگی جب دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کی جائے گی اور طلب و تجسس بے حساب کے بعد بھی اس کی نظیر ان کو نہ مل سکے گی۔ (رحمۃ للعلمین ج ۳)

قارئین بار بار غور کریں، اسلام کس حد تک بے عیب ہے اور اس کے دشمن و منکر کی دشمنی و انکار کی اصل وجہ کیا ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

﴿سرورِ کائنات، اصلِ موجودات، جانِ تجلیات، مصدرِ برکات، معدنِ کمالات، منبعِ کرامات، وجہ مخلوقات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی عنایات بے نہایات کا ایک تازہ جلوہ دیکھنے کیلئے درج ذیل خبر پڑھیے ہمیں اس دفعہ بہت کچھ لکھنا تھا، مگر سچی بات یہ ہے کہ اس خبر سے دل و دماغ عجب کیف سرور میں ڈھلے ہیں، کہ کچھ اور لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ خبر یہ ہے ﴾

پشاور (خبر نگار خصوصی) گوانتانا موبے میں اکثر قیدیوں کو خواب میں حضور ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا رہتا ہے۔ اور 12 خواب ایسے ہیں جو بہت مشہور ہیں اور ان خوابوں کی وجہ سے قیدیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں۔ یہ بات گوانتانا موبے سے رہا ہو کر پشاور پہنچنے والے دو بھائیوں عبد الرحیم مسلم دوست اور بدر الزمان بدر نے "خبریں" کو بتائی۔

انہوں نے بتایا کہ ایک ساتھی کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی حضور ﷺ نے خوشخبری سنائی کہ اللہ آپ کے ساتھ ہے آزادی بہت قریب ہے۔ایک عرب مجاہد کو حضور ﷺ کا دیدار نصیب ہوا اور خواب میں حضور ﷺ کے ساتھ مجاہد نے ہاتھ ملایا۔ جب بیدار ہوا تو نہ صرف اس کا ہاتھ گیلا تھا بلکہ خوشبو عالم بیداری میں بھی موجود تھی۔اسی طرح دوسرے خواب میں یہ نصیحت تھی کہ نظروں کا خیال رکھیں امریکیوں نے خواتین بھرتی کر رکھی ہیں ان سے بات نہ کریں، نظریں نیچی رکھیں۔حضور ﷺ نے بتایا کہ ان کے پاس دو کنکریاں ہیں ایک پھینک دی ہے۔دوسری پھینکنے سے ظالم صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغل کے نیچے انجیل اور دائیں ہاتھ میں قرآن مجید لیے نظر آئے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیدار بھی ہوتا رہتا ہے۔

اس خبر کو آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔آؤاب اعلیحضرت قدس سرہ کے ساتھ مل کر گائیں

سچی بات سکھاتے یہ ہیں ۔۔۔ سیدھی راہ دکھاتے یہ ہیں
ڈوبی ناویں تراتے یہ ہیں ۔۔۔ ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں
ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں ۔۔۔ چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں
جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں ۔۔۔ روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں
قصر دنیٰ تک کس کی رسائی ۔۔۔ جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں
شافع ، نافع ، رافع، دافع ۔۔۔ کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں
رب ہے معطی، یہ ہیں قاسم ۔۔۔ رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
اس کے نائب ان کے صاحب ۔۔۔ حق سے خلق ملاتے یہ ہیں
انا اعطینک الکوثر ۔۔۔ ساری کثرت پاتے یہ ہیں

اسلام اور شیطان کے سپوت

قسط: 9

پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کا اصل مقصد ہی انسانوں کی فکری و عملی اصلاح ہے۔ وہ اس کے خیال کی، سوچ کی، نیت اور ارادے کی اصلاح و تطہیر فرماتا ہے۔ پھر وہ اس پاک و مظبوط بنیاد پر اس کے کردار، اعمال و اطوار کو ٹھیک سمت پر چلنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ وہ انسانیت کے دکھوں کی بہترین تشخیص کرتا ہے اور پھر ایک ماہر طبیب کی طرح اس کے لئے نسخہ تجویز کرتا ہے۔ اور یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اس سے پہلے، اس کے دور آغاز میں بلکہ آج تک کسی نے اس سے بہتر انسانیت کے جان لیوا امراض کی تشخیص کی اور نہ چارہ سازی کی تدبیریں ہی کیں۔ 'انسانیت' کے خیر خواہ بننے والے اگر کچھ بھی عقل و انصاف کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ تو آج جب مسلمانوں پر ان کی غفلت کی وجہ سے جو زوال آیا ہوا ہے۔ بتائیں قرآن پاک سے بہتر دستور حیات کونسا ہے اور اسلام سے بہتر نظام حیات کونسا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص جان بوجھ کر آنکھ پر ٹھیکری رکھ لے اور کسی صورت بھی سچی بات زبان پر لانے سے پرہیز کرے ورنہ اسلام، قرآن اور پھر سیرت رحمۃ للعلمین ﷺ میں سے ہر ایک تو 'آفتاب آمد دلیل آفتاب' کی مصداق ہے۔ دین حق کے محاسن اتنے نمایاں ہیں کہ کسی کو بھی حقیقت اسلام کا علم ہو جائے تو اسے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہی حال قرآن پاک کا ہے، اس نے چودہ صد برس پہلے جو اعلان فرمایا تھا

ذالک الکتب لا ریب فیه ج (البقرہ:۲)

ترجمہ: وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں

آج بھی فضاؤں میں گونج رہا ہے اور اس سائنسی دور میں جب کئی مذاہب کے سفینے سائنسی حقائق و دلائل کے منجدھار میں کہیں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ اور بائبل تک اس پس منظر میں اپنی عزت و عظمت سے محروم ہو چکی ہے، قرآن للکار رہا ہے آؤ میدان میں جسے شک ہے۔ شیطان کے چند 'خالص' سپوتوں کے سوا کون ہے جسے انکار ہو، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی معقول و سنجیدہ شخص انھیں لائق التفات سمجھے۔ آج جب مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، اور بس کی سر کردگی میں شیطان کے لشکر فرعون و نمرود کا ریکارڈ توڑتے ہوئے انتہائی سنگدلی سے مسلمانوں کو (معاذ اللہ)

صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں۔ سچے رب کے سچے کلام کے خلاف کیا کچھ نہیں ہرزہ سرائی نہیں کرتے رہے۔مگر پھر بھی قرآن کی بیان کردہ کسی ایک صداقت کو بھی چیلنج نہیں کر سکے۔انھیں دنوں قرآن پاک کی بے حرمتی کا بدترین شیطانی جرم کا ارتکاب کرنے کے باوجود اس کا انکار کر رہے ہیں اور بش تک کسی کو اس کا اقرار کرنے کی جرأت نہیں ہو رہی ہے۔آج اسلام دشمنی کی انتہا کے باوجود ہزاروں لاکھوں لوگ دامن اسلام میں پناہ لے رہے ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہمیں عمر بھر کے سوالوں کا جواب اسی 'کتاب مبین' سے ملا ہے۔ان میں بڑے بڑے صحافی، سکالر، سیاستدان، شہزادے، آرمی چیف وغیرہ ہیں۔وہ سائنس جس نے ماضی کے بہت سارے افکار و نظریات بلکہ مذاہب تک کو ہلا کر رکھ دیا ہے،اس کے ماہرین تک جب قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔ہاں ہاں ایسا کیوں نہ ہو، کہ آخر میں تشریف لانے والے نبی اعظم و رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دائمی معجزہ ہے جو ہر دور میں دین حق کی صداقت کا نقیب رہا ہے۔اور قرآن پاک نے جو چیلنج کیا تھا۔آج بھی

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ ص وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین o (البقرہ:۲۳)

ترجمہ:اور اگر تمہیں کوئی شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اس چیلنج کو قبول کرنے کی ان گنت سازشیں ہو چکیں، دشمن جو کر سکتے رہے، کرتے رہے اور جو کر سکتے ہیں کرتے ہیں مگر اس چیلنج کا جواب نہ دیا جا سکا۔واقعی اگر یہ ایک عام کتاب ہے اور اس کا الہام و نزول سے کوئی تعلق نہیں تو بلکہ اسے ایک 'بشر' نے لکھا ہے تو ظاہر ہے اس بشر جیسے بشر بھی بہت ہیں اور ایک بشر کی لکھی ہوئی کتاب جیسی بے شمار کتابیں بشروں کی لکھی ہوئی دستیاب ہیں تو اس کتاب (قرآن مجید) کا جواب ہزار کوششوں، کاوشوں اور سازشوں کے باوجود کیوں نہیں ہو سکا بلکہ کیا یہ دعویٰ بھی کسی اور مصنف نے کیا.......... جب کسی اور کتاب کے بارے میں یہ دعویٰ کرنے کی جرات بھی کسی کو نہیں ہو سکی، ہاں صرف ایک کتاب نے دعویٰ کیا اور آج تک اسے جھٹلایا بھی نہیں جا سکا۔تو یہ یقین کرنے میں آخر کیا حائل ہے کہ واقعی اس کتاب زندہ یعنی قرآن پاک کا جواب نہیں۔

پھر یہ چیلنج صرف فصاحت و بلاغت کے حوالے نہیں تھا بلکہ ہر حوالے سے تھا۔اور یہ بات دوپہر کے سورج سے بھی زیادہ روشن ہے کہ کسی پہلے سے کبھی آج تک قرآن کا جواب نہیں ہو سکا اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ کوئی بعد میں آنے والا بھی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔

یہی حال ہے پیغمبر اول و آخر ﷺ کی سیرت مقدسہ کا ہے۔یہ بھی ہمیشہ سے ہمیشہ تک بے مثل اور مکمل ہے۔اس کو بھی اگر من وعن پیش کیا جائے اور کسی قسم کے ردوبدل کے بغیر اس کی اصل حالت میں اسے منظر عام پر لایا جائے تو خود یہ سیرت ہی اعلان کئے دیتی ہے کہ صاحب سیرت رحمۃ للعلمین ہے اور انسانیت کے اگلے پچھلے اصولی و فروعی، انفرادی و اجتماعی، معیشی و معاشرتی مسائل کا حل اسی کی اتباع میں مضمر ہے۔اس سے بے نیاز ہونا گویا ہلاکت کو دعوت دینا ہے اور اس کی حرف بحرف پیروی دو جہان کی فلاح کی ضامن ہے۔تاریخ اس بات پر شاہد عادل ہے کہ ماضی میں جن لوگوں نے اس محبوب اکرم و اعظم ﷺ کی بارگاہ سے وابستگی اختیار کی، زندۂ جاوید ہو گئے۔وہ دنیا سے تو رخصت ہو گئے، مگر ان کے نام آج بھی ستاروں کی طرح فضائے عالم میں روشن ہیں اور ان کی چمکتی ہوئی داستانیں آج بھی نوع انسان کے لئے ہدایت کے روشن مینار بنے ہوئے ہیں۔

بلکہ محبوب کریم و عظیم ﷺ کی سیرت طیبہ ایسا منبع نور ہے کہ جس نے ماضی میں ہی نور بیزی نہیں کی بلکہ آج بھی جو چمکتا ہے، اسی کے نور سے چمکتا ہے۔اخلاق حسنہ کے عنوانات کا تعین آپ کر لیجئے۔اور پھر دیکھ لیجئے کہ ان عنوانات کی عملی تعبیریں آج بھی انسانیت کے کس گروہ میں نظر آ سکتی ہیں۔

مثلاً ایک عنوان ہے 'سچ بولنا' فرمایئے اور انصاف سے فرمایئے۔سب سے زیادہ سچ بلکہ ہر حال میں سچ بولنے والے افراد کی سب سے بڑی تعداد آپ کو مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں میں سے کونسی قوم فراہم کر رہی ہے۔یہ دور جب انسان مذہب سے دور ہو چکا ہے، اور مذہب کی گرفت بھی بظاہر اس پر ڈھیلی پڑ چکی ہے، فرمایئے اگر سب سے زیادہ اور ہر قیمت پر سچ بولنے والوں کی عظیم ترین تعداد مسلمانوں میں ہے، تو پھر یہ بھی آپ کو بتانا ہوگا، کہ آخر یہ کس دین کا فیض ہے اور کس محبوب اکرم و اعظم ﷺ کی سیرت کی اتباع کا نتیجہ ہے۔کاش اس سے پہلے آپ یہ بھی سوچ لیں کہ جھوٹ بولنے کا معاشرتی نقصان کیا ہے اور اگر سب جھوٹ ہی بولیں تو انسانیت کو اس سے کیا نقصان یا فائدہ پہنچے گا۔

اب اسی 'سچ' بولنے پر ایک اور پہلو سے غور کریں۔ کس مذہب کی کتاب ہے، جس نے سچ بولنے پر ایسا زور دیا ہو جتنا قرآن پاک نے زور دیا ہے اور پھر کس نظام حیات میں 'سچ' کو اتنی اہمیت دی گئی ہے جتنی اسلام میں ہے۔ پھر کس مذہب کے بانی یا کس عظیم مذہبی رہنما کی سیرت سراپا صدق ہے، کیا کوئی اس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے کہ اہلِ مکہ بعثت سے پہلے بھی حضور پرنور ﷺ کو 'الصادق'، 'الامین' کہا کرتے ہیں اور 'الصادق' کا مفہوم یہی نہیں تھا کہ حضور پرنور ﷺ جو وہ سچ بولتے ہیں بلکہ یہ تھا کہ جھوٹ بول ہی نہیں سکتے اور سچ کے سوا ان کی زبان پر کوئی لفظ آ ہی نہیں سکتا۔

آیئے اب سچ کے بارے میں دین حق کی تاکیدات ملاحظہ کریں۔ پھر آپ خود بھی تحقیق کرتے پھریں کہ اتنی تاکید کسی دین میں بھی ہے یا نہیں۔ سب سے پہلی بات یہی ہے کہ ساری کائنات کا خالق سب سے سچا ہے۔

ومن اصدق من الله حديثاo (النساء:۸۷)

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی،

ومن اصدق من الله قليلاo (النساء:۱۲۲)

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی

پھر اس نے اس بات کی تصریح فرما دی ہے کہ جھوٹ بولنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہے۔ لہٰذا اسے ماننے والا کوئی شخص جھوٹ نہ بولے، چنانچہ اپنے محبوب کریم ﷺ کو مباہلہ سکھاتے ہوئے فرمایا، کہو

فنجعل لعنت الله علی الکذبينO (آل عمران:۱۷)

ترجمہ: تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں

پھر اس کے محبوب کریم رؤف ورحیم ہیں (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کہ جان کے دشمن بھی انہیں 'الصادق' اور 'الامین' کہتے تھے۔ (جس کی کچھ تصریح اوپر آ چکی) چنانچہ جب پہلی بار آپ کو اپنی بعثت کا اعلان عام کرنا تھا تو حاضرین سے پوچھا

''اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کی دوسری جانب سے دشمن کی فوج حملہ آور ہو رہی ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کرو گے''

تمام لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا ''ہاں کیوں نہیں ہم نے تمہیں ہمیشہ سچی بات کرتے سنا ہے''۔

یہ چالیس سال کا زمانہ کوئی تھوڑی مدت نہیں۔ اتنے عرصے تک جس شخص کی زبان پاک جھوٹ سے آلودہ نہیں ہوتی، بعد میں کیا ہوگی اور دنیا کے بارے میں اس کی زبان اتنی محتاط ہے تو خدا کے بارے میں کتنی ہوگی۔ یہی نتیجہ تھا جو ہرقل قیصر روم نے ابوسفیان جو اس وقت حالت کفر میں تھے بلکہ کفر کے سرغنہ تھے۔، اور رسول معظم نبی مکرم ﷺ کے بارے میں یہ گواہی کسی جان نثار کی نہیں بلکہ جان کے دشمن کی ہے۔

ہرقل نے سوال کیا **فهل کنتم تتهمونه بالکذب قبل ان يقول ما قال**

ترجمہ: اس بات (دعویٰ نبوت) کرنے سے پہلے تم لوگ ان کو جھوٹ سے متہم کرتے تھے

قلت، لا (ابوسفیان کہتے ہیں) میں نے کہا نہیں

پھر اس نے پوچھا

فهل يغدر (یعنی کیا وہ عہد شکنی کرتے ہیں)

قلت، لا میں نے کہا نہیں

یہ ہے جسے کہتے ہیں مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حقیقت یہ ہے کہ ہرقل اور جناب ابوسفیان کے یہ سوال و جواب اور ان پر پھر ہرقل کا تبصرہ اتنا بصیرت افروز ہے کہ اگر دور حاضر میں کوئی شخص راہ حق کی تلاش سچے دل سے کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کافی ہے۔ شیطان کے سپوت اس سے کوئی اثر نہ لیں، تو یہ ان کی فطرت کا تقاضا ہے ورنہ سچی بات یہی ہے کہ حق کے مسافر کیلئے یہ ایک عظیم نشان راہ ہے۔ آیئے۔ اسے ذرا تفصیل سے دیکھیں (یاد رہے کہ ہرقل نے اس موقع پر ترجمان کو بلا لیا تھا اور ابوسفیان کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے بٹھا دیا تھا، جواب غلط دیں تو وہ اسے ٹوک دیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے بعد میں واقعہ

سناتے ہوئے کہا کہ **فواللہ لو لا الحیاء من ان یاثروا علی کذباً لکذبت عنہ** یعنی بخدا اگر مجھ کو اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ ساتھی واپس ہو کر میرے جھوٹ کو بیان کریں گے تو میں ضرور اُن ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولتا۔ گویا حضور پرنور ﷺ کا کردار اتنا بے داغ تھا کہ کوئی کافر بھی اس کو داغدار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا، ہاں اس تہذیب نا آشنا دور کے مخالف بھی ایسے ہی تھے مگر اس دورِ تہذیب جدید کے بڑے بڑے ستون بھی اس حد تک ہی سہی حق پسند اور حیادار نہیں ہیں، کیونکہ ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہے اور انھیں دنیوی اور نفسانی مصلحتوں کی بنا پر بات بات پر اور بار بار جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ تو آیئے اب ہرقل کے سوالات، ابوسفیان کے جوابات پھر ہرقل کے تبصرے کی طرف!

پہلا سوال: **کفی نسبہ فیکم** (ان کا نسب کیسا ہے، ﷺ)

جواب: **ھو فینا ذو نسبٍ** (وہ ہم میں عالی نسب ہیں۔ ﷺ)

دوسرا سوال: **فھل قال ھذا القول منکم احد قط قبلہ** (کیا یہ دعویٰ نبوت ان سے پہلے بھی تم سے کسی نے کیا ہے)

جواب: **لا** (نہیں)

تیسرا سوال: **فھل کان من ابائہ من ملک؟** (کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے)

جواب: **لا** (نہیں)

چوتھا سوال: **فاشراف الناس اتبعوہ امد ضعفاء ھم** (ان کی اتباع اونچے طبقے کے لوگوں نے کی ہے یا دبے ہوئے لوگوں نے)

جواب: **بل ضعفاء ھم** (بلکہ دبے ہوئے طبقے کے لوگوں نے)

پانچواں سوال: **ایذیدون ام ینقصون** (یہ متبعین بڑھتے جاتے ہیں یا کہ کم ہو رہے ہیں)

جواب: **بل یذیدون** (بلکہ بڑھتے جاتے ہیں)

چھٹا سوال: **فھل یرتد احد منھم سخطۃ لدینہ بعد ان یدخل فیہ** (کیا ان کے پیروکاروں میں سے کوئی ان کے دین کو ناپسند کر کے اس میں داخل ہونے کے بعد پھر بھی جاتا ہے۔

جواب: **لا** (نہیں)

ساتواں سوال: اس دعویٰ نبوت سے پہلے تم لوگ انھیں جھوٹ سے متہم کرتے تھے

جواب: نہیں

آٹھواں سوال: **ھل یغدر** (کیا وہ عہد شکنی کرتے ہیں)

جواب: **لا** (نہیں) ونحن منہ فی مدۃ لا ندری ما ھوا فاعل فیھا (لیکن اب ہم زمانہ مصالحت میں ہیں، نجانے اب وہ کیا کریں)۔

اس جملے کے متعلق خود ابوسفیان کہتے ہیں

ولم تمکنی کلمہ ادخل فیھا شیًا غیرہ ھذہ الکلمۃ یعنی مجھے اس کے سوا کسی ایسی بات کے ملانے پر قدرت نہیں ہوئی جس میں تنقیص کا پہلو ہو)

نواں سوال: **فھل قاتلتموہ** (تم نے ان سے جنگ کی ہے...... ﷺ)

جواب: **نعم** (ہاں)

دسواں سوال: **فکیف کان تالکم ایاہ** (ان سے تمہاری جنگ کا نتیجہ کیا نکلا)

جواب: **الحرب بیننا و بینہ سجال ینال منا و ننال منہ** (جنگ ہمارے اور ان کے درمیان ڈول کے مانند رہی (کبھی وہ فتح پاتے ہیں اور کبھی ہم)

گیارھواں سوال: **ماذا یا مر کم** (وہ کیا حکم دیتے ہیں)

جواب: **یعقول اعبد واللہ وحدہ ولا تشرکوا بہ شیئاً و اترکوا ما یقول ابا ء کم ویامرنا بالصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ** (وہ فرماتے ہیں،صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔اور اپنے باپ دادا کی باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز کا،سچ بولنے،پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں)

ہرقل کا تبصرہ:

تو اس نے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں عالی نسب ہیں اور رسول اسی طرح اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ یہ بات تم میں سے کسی نے ان سے پہلے بھی کہی ہے۔تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ میں نے کہا اگر کسی نے یہ بات ان سے پہلے کہی ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ یہ پہلے کی کہی ہوئی بات کے پیچھے پڑے ہیں۔اور میں نے تم سے دریافت کیا تھا۔کیا ان کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے۔تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ میں نے کہا اگر ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص اپنا آبائی ملک چاہتے ہیں۔اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ اس بات کہنے سے پہلے تم ان کو جھوٹ کے ساتھ متہم کرتے تھے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ میں اتنی بات یقینی طور پر جانتا ہوں کہ یہ جب انسان پر جھوٹ نہیں باندھتے تو اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں باندھیں گے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اونچے طبقے کے لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے یا دبے ہوئے لوگوں نے تو تم نے کہا کہ دبے ہوئے لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے (ابتداء) یہی لوگ رسولوں کے متبع ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے ہیں۔تو تم نے بیان کیا بڑھتے جاتے ہیں۔ اور یہی ایمان کا حال ہے یہاں تک کہ کامل ہو جائے۔اور میں نے تم سے دریافت کیا تھا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اسے ناپسند سمجھ کر کوئی پھرتا بھی ہے۔تو تم نے بتایا کہ نہیں۔اور یہی حال ایمان کا ہے جب اس کی تازگی دلوں میں رچ بس جائے (تو پھر نکلا نہیں کرتی) اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ عہد شکنی کرتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور رسولوں کی یہی شان ہے کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے۔اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور بت پرستی سے منع کرتے ہیں اور نماز اور سچ اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔اگر تمہاری یہ باتیں سچی ہیں تو وہ بلاشبہ نبی ہیں۔ بہت جلد وہ میرے پاؤں تلے کی زمین (بیت المقدس) کے مالک ہو جائیں گے اور مجھے یقین تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر یہ خیال نہ تھا کہ تم قریش میں سے ہوں گے،کاش مجھے یقین ہوتا کہ ان تک پہنچ سکوں تو سفر کی صعوبت برداشت کر کے ان سے ملاقات کرتا۔کاش میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے پاؤں دھوتا رہتا۔

یہ تھی ایک دشمن کی گواہی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں،آیئے اب اسلام کے نمائندے کے تصور اسلام پر بھی غور کریں۔ اسلام کے حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی یہ تقریر جناب ابوسفیان کے بیان سے چند سال پہلے کی ہے جو انھوں نے ہجرت حبشہ کے موقع پر نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں کی تھی۔

''ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔مردار کھاتے تھے۔بدکاریاں کرتے تھے۔اپنوں سے دشمنی رکھتے تھے۔ پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے تھے۔قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ہم اس حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول ہماری طرف بھیجا۔ جس کے نسب اور صدق وامانت اور پرہیزگاری سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔اس نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم خدا کو ایک جانیں۔اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں ۔ بتوں کی پوجا جو ہم اور ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے،چھوڑ دیں۔سچ بولا کریں۔امانت ادا کیا کریں۔یتیموں کا مال نہ کھائیں۔عفیف عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔نماز پڑھیں۔صدقہ دیں۔روزے رکھیں پس ہم

اس پر ایمان لے آئے۔ اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ شرک و بت پرستی چھوڑ دی۔ حرام کو حرام اور حلال کو حلال جاننے لگے۔ اس جرم پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی اور اذیت دے کر مجبور کرنے لگی کہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر پھر بتوں کو پوجنے لگ جائیں۔ اور خباثت کو بدستور سابق حلال سمجھیں۔ جب انہوں نے ہم پر قہر و ظلم کیا اور ہمارے فرائض مذہبی کی بجا آوری میں سدراہ ہو گئے۔ تو ہم آپ کے ملک میں آپ کی پناہ میں آگئے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہ ہوگا''

(سیرت رسول عربی از پروفیسر علامہ نور بخش توکلی)

یہاں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اسلام صرف عقائد تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک نظام حیات ہے جس میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے مسائل کا حل ہے۔ یہی گواہی اپنوں نے دی اور یہی دشمنوں نے ...... پھر خیال فرمایئے دونوں گواہیوں میں 'سچ بولنے' کی تاکید کا ذکر ہے۔ ہم شیطان کے سپوتوں کی بات نہیں کرتے کہ وہ تو انصاف اور صالح تدبیر ہی سے محروم ہیں۔ مگر ان کے سوا کوئی شخص بھی جو صدق دل سے راہ راست کی تلاش میں ہے بتایئے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ جھوٹ ہی تمام مفاسد کی بنیاد ہے۔ اگر اسے کسی طریقے سے اکھاڑ پھینکا جائے تو سب جرائم ختم ہو جائیں گے۔ وہ لوگ جن کے ہاں، اخلاق حسنہ کی کوئی حیثیت نہیں، جو شرم و حیا اور غیرت و حمیت کو بھی اپنی عیاشانہ زندگی میں رکاوٹ سمجھتے ہیں، جن کے ہاں بدکاری و لواطت میں کوئی عیب کی بات نہیں، وغیرہ وغیرہ ان لوگوں سے 'سچ' کی اہمیت کیا بیان کی جائے، ان کی فطرت مسخ ہو چکی، یہ 'عزت و آبرو' کو کیا سمجھیں اور کیا اس کی آرزو کریں...... تاہم لوگوں کو دھوکہ دینے اور اپنے دل کو بہلانے کے لئے عدل و مساوات اور انسانی ہمدردی وغیرہ کے نعرے لگایا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یونہی سہی، مگر یہ تو بتلائیں کیا عدل و مساوات اور انسانی ہمدردی کی ترویج و اشاعت اور ظلم و تشدد کی روک تھام کیلئے سچ بولنے کی ضرورت نہیں نیز جس معاشرے میں ہر طرف جھوٹ ہی جھوٹ ہو، وہاں کیا عدل و مساوات اور انسانی ہمدردی کو عام کیا جا سکتا ہے۔

پھر یہ بھی ذرا سوچئے اس وقت جو مذاہب اور افکار و نظریات موجود ہیں، ان سب کو سامنے رکھ کر کوئی منصف مزاج بتائے اسلام سے زیادہ کس مذہب یا نظریئے نے سچ پر زور دیا ہے اور اسے اسلامی معاشرے میں نافذ کرنے کی کوشش کی ہے سب سے پہلے تو مسلمانوں کا خدا رب العالمین ہے جو اوپر کی قرآنی تصریحات کے مطابق اصدق القول اور اصدق الحدیث (سب سے زیادہ سچی بات والا) ہے، پھر اس کے بعد اس کے حبیب مکرم ﷺ کا مرتبہ ہے جنھیں ان کے دشمن بھی 'الصادق' اور 'الامین' کہا کرتے تھے۔ یونہی پہلے انبیاء کرام علیہم السلام بھی سارے مصائب و آثام سے معصوم اور پاک تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد قرآن پاک کی رو سے جن کا درجہ ہے وہ ہیں صدیقین، یعنی ایسی مقدس ہستیاں کہ جن کے منہ سے جو کچھ بھی نکلے، وہ ہو کے رہتا ہے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ صدیق انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی آیا ہے اور غیر انبیاء کے لئے بھی۔

غیر انبیاء میں جو صدیقین ہیں ان کے سردار ہیں حضرت ابوبکر، جن کا لقب ہی صدیق ہے رضی اللہ عنہ، یعنی بانی خلافت راشدہ، پھر وہ شخص ولی نہیں ہو سکتا جو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ ولی تو دراصل متقی ہوتا ہے اور جو متقی ہو، وہ جھوٹ ہی نہیں، ہر گناہ سے بچتا ہے۔

بہر حال یہاں تو 'سچ' ہی سچ ہے۔ اگر کوئی شخص بنی نوع انسان کا سچا خیر خواہ ہے اور وہ ایسا نظام چاہتا ہے جو انسانیت کو ہر نقصان سے بچائے اور ہر فائدہ پہنچائے تو اسے اسلام کے حق ہی ووٹ دینا ہوگا بشرطیکہ سچے دل سے سوچنے کی کچھ نہ کچھ صلاحیت رکھتا ہو۔ ابتدائی دور کے لوگ ہوں یا بعد کے جن تک اسلام اپنی شکل میں پہنچا، وہ اسلام کے سوا کسی اور طرف رخ نہیں کر سکے اور نہیں کر سکتے۔ جن لوگوں تک اسلام پہنچا، ان کے قبول نہ کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اسلام کو توڑ مروڑ کر پہنچایا گیا اور اسے بالکل برعکس شکل میں پہنچایا جیسا کہ آجکل بھی یورپ و امریکہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس کے خلاف جو پروپیگنڈا کر رہے ہیں، وہ اس کی حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ مثلاً وہ دہشت گردی کا دین قرار دے رہے ہیں، جب کہ اس کا ایک معنیٰ ہی امن ہے۔ اور جس وقت اس کا آغاز ہوا اور بعد میں جہاں جہاں پہنچا، ایک زمانہ اس پر گواہ ہے وہیں صدیوں کا ظلم و ستم ختم ہوا اور عدل و امن قائم ہوا، پھر آج بھی اسی مکروہ اور جھوٹے پروپیگنڈے کے باوجود جو لوگ کسی حد تک اسلام کی اصل حقیقت کو جان لیتے ہیں اس کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں۔ آج جب ہر طرف ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلام کے خلاف بدترین پروپیگنڈا بھی ہو رہا ہے اور پھر یہ بھی حقیقت ہے بدترین دہشتگردوں کی بدترین دہشت گردی کا رخ بھی اسی امت کی طرف ہے۔ کتنی قومیں دنیا میں آباد ہیں مگر ظلم و ستم کا رخ صرف مسلمانوں کی طرف ہے۔ پھر بھی امریکہ اور یورپ میں ہزاروں میں نہیں، لاکھوں کا اسلام قبول کرنا اسی لئے ہے دہشت گردی کا الزام دینے والے جس زور شور

اس کے خلاف دہشت گردی کا دین ہونے کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں اتنے ہی زور شور سے ان کا جھوٹ ظاہر ہو رہا ہے۔

اسلام قبول نہ کرنے کی دوسری صورت یہ ہے انسان اسلام کی بعض پابندیوں کو برداشت نہ کر سکے یا مصائب و آلام جو راہ حق میں آتے ہی رہتے ہیں ان کو حوصلہ نہ رکھتا ہو۔ اوپر کی سطروں میں آپ دو بادشاہوں کا ذکر پڑھ چکے ہیں۔ جن میں ہرقل قیصر روم کے سوال و جواب اور پھر اس کا تبصرہ یقیناً دلکشا اور بصیرت افروز ہے۔ دوسرے شاہ حبشہ نے لمبی چوڑی بات نہیں کی، مگر ایک دو باتیں کیں اور قصہ ختم مگر قیصر مسلمان نہ ہوا، آخر کیوں؟ اس لئے کہ قوم کی مخالفت کا ڈر تھا، دوسرا اگر چہ اس وقت خاموش سارہا مگر اسی دور میں جب قیصر نے دین کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دی تھی، اس نے نامہ مبارک لیا اور بغیر کسی مزید غور و فکر کے جھٹ اسلام قبول کیا اور اپنا بھتیجا بھی اپنے نمائندے کے طور پر بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں بھیج دیا۔

وہ لوگ جنھیں بدکاری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو اور شراب جن کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہو، اسلام کو کیونکر پسند کر سکتے ہیں۔ آج بہت سے 'اصولی اختلاف' رکھنے والے لوگ دراصل انھیں مجبوریوں میں الجھے ہوئے ہیں اگر چہ کھلم کھلا ان کا نام نہیں لیتے۔ دور اول میں بھی ایسے لوگوں کی یہی وجہ انکار تھی۔ لیجئے ضیاء النبی ج ۲ کا ایک اقتباس۔

''قبیلہ بنی بکر بن وائل کا ایک رئیس جس کا نام اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ تھا۔ وہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر کے گھر سے روانہ ہوا اس نے سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا۔ جس میں حضور پرنور ﷺ کی شان رفیع اور خصال حمیدہ کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے جذبات عقیدت و محبت کا اظہار بھی بڑی وارفتگی سے کیا تھا۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو بعض مشرکین سے اس کی ملاقات ہوگئی انہوں نے پوچھا اعشیٰ کدھر کا قصد ہے اس نے بتایا کہ اسلام قبول کرنے کے لئے حضور پرنور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ انہوں نے اسے کہا یا ابا بصیر (یہ اعشیٰ کی کنیت تھی) تم اسلام قبول کرنے تو جا رہے ہو لیکن تمہیں علم ہے کہ اس میں زنا قطعاً حرام ہے تم اس کے بغیر کیسے صبر کر سکو گے اس نے کہا بخدا! اب مجھے اس کی کوئی خواہش نہیں رہی۔ انہوں نے دوسرا وار کیا۔ کہا اسلام تو شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے کیا تم شراب سے اجتناب کر سکتے ہو۔ یہ سن کر وہ گھبرایا کہنے لگا

اقا هذه فو الله ان فی النفس منها لعلالات ترجمہ: بے شک یہ چیز بڑی مشکل ہے نفس اس پر شاید قادر نہ ہو

پھر کہنے لگا! ''اچھا اب تو میں واپس جاتا ہوں۔ ایک سال اس مسئلہ پر غور کروں گا آئندہ سال پھر آؤں گا۔

چنانچہ بدبختی اسے واپس لے گئی لیکن موت نے مہلت نہ دی کہ وہ آئندہ سال حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہو۔ کفر کی حالت میں ہی وہ عالم آخرت کو سدھارا۔'' (ضیاء النبی ج ۲)

''اب جبلہ بن ایہم شہزادۂ غسان کے مرتد ہونے پر بھی غور فرمائیے جبلہ بن ایہم سلطنت غسان کا شہزادہ تھا۔ عیسائیت چھوڑ کر عہد فاروقی میں داخل اسلام ہوا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کی عزت فرمایا کرتے تھے'' ایک بار کا ذکر ہے کہ وہ طواف کعبہ کر رہا تھا۔ اس کے شاہانہ چوغہ کا دامن فرش پر گھسٹتا جاتا تھا پیچھے سے ایک اور بدوی بھی طواف کرتا آ رہا تھا۔ اس کا پاؤں دامن چوغہ پر پڑ گیا۔ جب اس نے لوٹ کر دیکھا تو اسے ایک بادیہ نشین گنوار نظر آیا۔ جو مستانہ وار لاابالانہ حالت میں مصروف طواف ہے۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر شہزادہ کو اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ لوٹ کر ایک تھپڑ اس کے رخسار پر لگا دیا۔ بدوی نے امیر المومنین کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا۔ شہزادہ بلایا گیا اور جب طلب ہوا شہزادے نے اپنے فعل کا اعتراف کیا اور یہ بھی کہا کہ میں حکمران ہوں۔ اور یہ ایک فرو یہ شخص ہے۔ اگر میں نے ایک طمانچہ اس کے لگا بھی دیا تو کیا ہوا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اسلام میں سب برابر ہیں۔ یا تو اسے رضامند کرو ورنہ بدلہ دینا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ ایک دن کی مہلت دی جائے یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ جبلہ شباشب بھاگ گیا اور مرتد ہو گیا۔ اس کے نزدیک اسلام میں سب سے بڑا نقص تھا تو یہ تھا کہ شہزادہ اور گنوار کی وقعت برابر برابر ہے۔ مگر امیر المومنین

اتحاد ملت (۲۸)
کی ضرورت و صورت

پروفیسر محمد حسین آسی

لاکھوں بلائیں کروڑوں دشمن　　کون بچائے بچاتے یہ ہیں
ننگوں بے ننگوں کا پردہ　　دامن ڈھک کے چھپاتے یہ ہیں
جس کو کوئی نہ کھلوا سکتا　　وہ زنجیر ہلاتے یہ ہیں
کہہ دو رضا سے خوش ہو خوش رہ　　مژدہ رضا کا سناتے یہ ہیں

غلام رسول کون؟ آپ نے دیکھا اور غور کیا 'ایک آدمی ہے جس کے سامنے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا ہے' توقع ہوتی ہے کہ اگرچہ اس کا نام غلام رسول نہیں تاہم امتی ہونے کے ناتے غلام رسول تو ضرور ہے لہذا یقیناً اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر سن کر خوش ہوگا۔ مگر ہوتا کیا ہے؟ وہ غصے سے لال پیلا ہو جاتا ہے اور اس کے لئے یہ ذکر خیر اتنا نا قابل برداشت ہوتا ہے کہ مرنے مارنے پر اتر آتا ہے۔ فرمایئے اسے آپ کس زاویئے سے غلام رسول کہہ سکیں گے اور کس علامت سے ملت اسلامیہ کا فرد تصور کر سکیں گے۔ کیا قرآن پاک کا یہی مشن ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ذکر محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء روکا جائے۔ اگر واقعی یہی بات ہے تو اللہ نے یہ کیوں فرمایا

ورفعنا لک ذکرک o (الانشراح:۴)　　ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا

یہ آیت کریمہ پکار پکار کے فرما رہی ہے کہ اللہ اپنے حبیب پاک سرور لولاک ﷺ کا ذکر خیر آپ کے لئے بلند فرما چکا اور 'لک' کا 'ل' اگر تملیکی ہو (جیسا کہ بعض نے سمجھا) تو یہ ذکر خیر حضور پرنور ﷺ کی ملکیت میں دے دیا گیا۔ یعنی اپنے سوا بھی جس کا ذکر حضور ﷺ بلند فرمانا چاہیں گے، اسی کا بلند ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور زمین و آسمان تک اس پر شاہد ہیں۔ حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے اسی تناظر میں فرمایا تھا

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

یعنی اسکندر رومی جیسا فاتح اعظم تو موت کی تاریک وادیوں میں کھو کر لوحِ حافظہ تک سے اتر جائے اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ جن کی سیاسی و سماجی

اعتبار سے بظاہر کوئی حیثیت نہ ہو، پھر بھی زندۂ جاوید ہو جائیں اور مشرق و مغرب میں ان کی دھوم مچی ہوئی ہو، انھیں یہ مرتبہ جو حاصل ہوا تو ظاہر ہے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے عشق کی برکت سے ہوا ہے۔

بات تو یہ ہو رہی تھی کہ اپنے نبی مکرم رسول محتشم ﷺ کا نام پاک اور ذکر خیر سن کر ایک مسلمان کا ردعمل کیا ہونا چاہئے۔ اس میں محبت و عقیدت کا جذبہ بیدار ہونا چاہئے یا اس سے بغض و عداوت پر مبنی منفی رویے کا ظہور ہونا چاہئے۔

کیا یہ اسی صورت میں ممکن نہیں جب آپ کو کسی سے شدید بغض ہو اور آپ اس کے نام کو سننا قطعاً گوارا نہ کرتے ہوں۔ دنیا میں کسی سے محبت ہوتی ہے اور کسی سے بغض۔ مگر ایسی محبت کہ انسان اس میں گم ہو کے رہ جائے شاذ و نادر ہی ہوتی ہے اور ایسا بغض کہ نام تک سننا بھی برداشت نہ ہو، بہت کم واقع ہوتا ہے۔ اگر یہ حقیقت آپ کے سامنے ہے تو بتائیے جو لوگ حضور پرنور ﷺ کا نام پاک سن کر برہم ہو جاتے ہیں، آخر ان کا یہ رویہ کس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ خود بھی شاید کسی بھی دشمن کے ساتھ ایسا رویہ نہیں رکھتے کہ کوئی ان کے سامنے اس کا نام لے اور یہ سیخ پا ہو جائیں مگر جس آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کا کلمہ پڑھتے ہیں، اس ذات رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت ان کا حال بد بہر حال یہی ہے۔

شدید بغض کا سبب: پھر کسی کے نام یا ذکر سے یہ کہ عموماً اس بات پر ہوتی ہے کہ وہ شخص آپ کو شدید ترین صدمہ یا نقصان پہنچا چکا ہو، مثلاً آپ کے والدین یا کسی عزیز کا قاتل ہے، یا مثلاً وہ آپ کی بے آبروئی کا سبب بنا ہو۔ اس موقع پر آپ شدید نفرت کا اظہار کریں، حق بجانب ہوں گے۔ مگر جو کریم **بالمومنین رءوف رحیم** ہو، جو آپ کے دکھ کو برداشت نہ کرتا ہو، جو ہر حال میں رحمت ہی رحمت بلکہ رحمۃ للعلمین ہو، جو زندگی کے ہر موڑ پر امت کا ساتھ دیتا ہو اور غاروں میں جا جا کر، راتوں کو جاگ جاگ کر بخشش کی دعائیں کرتا ہو، جو عذاب قبر سے بچانے والا، حشر کو شفاعت فرمانے والا اور جنت میں ساتھ لے کر جانے والا ہو، اس کے ساتھ یہ عداوت و بغاوت کا انداز احسان ناشناسی کی بدترین مثال نہیں تو اور کیا ہے۔ اعلیٰحضرت نے خوب فرمایا

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر!　　　ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے؟

اب اگر ایسے بخار زدہ خارشی بد بخت کو آپ امت مرحومہ کا فرد کہنے پر تلے ہوئے ہیں تو اپنے ایمان کی بھی خیر منائیں۔ ایسی دشمنی تو شاید ابوجہل، ابولہب اور ان کی پوری کمپنی میں بھی کسی کے دل میں نہیں تھی، جو اس کلمہ پڑھنے والے کی متاع حیات ہے۔

سب سے زیادہ محبت کا مستحق: اگر آپ کے سینے میں ایمان کی تھوڑی بہت چمک موجود ہے اور عقل و انصاف سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے تو کھلے دل سے سوچ کر فرمائیے اس پوری کائنات میں کم از کم کلمہ پڑھنے والے کیلئے مخلوق میں سب سے زیادہ محبت کا مستحق کون ہے۔ کیا آپ نے کبھی آیات و روایات سے کوئی رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور کبھی اپنے دل و دماغ سے بھی یہ سوال کیا ہے۔ یقیناً اگر ایک مومن کی حیثیت سے آپ نے اس سوال پر غور کیا ہے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پیروی میں آپ پکار اٹھیں گے کہ

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا ﷺ
پدر، مادر، برادر، جان، مال، اولاد سے پیارا (حفیظ مرحوم)

اور بقول حضرت اقبالؔ

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دیں ہست حب رحمۃ للعلمین ﷺ

اس افسوسناک صورت حال کی المناک ترین شدت کا کیا آپ نے جائزہ لیا، اس کائنات میں خدا کے فرمان سے، خود رسول اللہ ﷺ کے حکم سے، ایمان کے تقاضے سے، عقل کی روشنی میں، احسان شناسی کے طور پر اور اسباب محبت کے فطری اثرات کی بنا پر جس ذات پاک ستودہ صفات ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے حتیٰ کہ انسان کو اپنی جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ ہو، اسی سے سب سے زیادہ بغض کیا اور سکھایا جا رہا ہے۔

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجئے

اور پھر ظلم یہ کہ اسی بغض کو توحید کا نام دیا جا رہا ہے۔ یہ کون سمجھائے کہ شراب کو سرکہ کہہ دینے سے وہ حلال نہیں ہو جائے گی اور کفر کو اسلام قرار دینے سے کفر اسلام نہیں بنے گا البتہ ایسی سازش کرنے والے کی قلعی کھل جائے گی اور یہ بات منظر عام پر آ جائے گی کہ کفر کو اسلام کہنے والا در اصل نور ایمان سے محروم ہے۔

کسی کی پہچان نہ ہونے کی بنا پر جو روزمرہ زندگی میں نقصانات ہوتے ہیں، انھیں سمجھنا مشکل نہیں۔ مثلاً رات کو مہمان بن کر کچھ لوگ داخل ہوئے مگر بعد میں معلوم ہوا یہ تو قاتل تھے یا ڈاکو۔ ایک شخص کسی کو خیر خواہ بن کر ہمسفری پر آمادہ کر لیتا ہے، مگر وہی راستے میں دشمن جاں کا کردار ادا کرتا ہے۔ دھوکا کھانے والے نے دھوکا کھایا تو کیوں؟ محض اس بنا پر کہ وہ مجرم کو پہچان نہیں سکا۔ اگر وہ پہلے جان لیتا کہ یہ مہمان یا خیر خواہ نہیں تو دھوکا نہ کھاتا۔ اب آیئے ان 'مُلّاؤں' کی طرف جو 'مُلّائی' کے لبادے میں ہیں اور 'لبادے' تک ہی مُلّا ہیں۔ جب یہ اپنے نبی مکرم سرور کائنات اصل موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کا ذکر خیر یا بیان فضل وکمال کو برداشت نہیں کر سکتے بلکہ اس ذکر خیر یا بیان فضل وکمال کا ارادہ بھی ان پر بجلی بن کر گرتا ہے' تو کیا ان کی پہچان مشکل ہے۔ اور اگر پہچان لیا گیا کہ یہ دشمنان رسول (ﷺ) ہیں اور اس حد تک ہیں کہ ذکر تک برداشت نہیں کر سکتے تو پھر ملت ان سے دھوکا کھائے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ 'محفل میلاد' کیا ہے؟ در اصل اللہ کے اس احسان عظیم کا کہ اس نے اپنے حبیب کریم رسول اکرم نبی اعظم ﷺ کو دنیا میں بھیجا شکریہ ہے' یا شکر کا اجتماعی انداز ہے۔ یا یوں سمجھو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات کا ذکر۔ اب کوئی شخص اس پر بھی چیں بجبیں ہے تو جائے جہنم میں، مگر یہ تو ظاہر ہو گیا کہ اس کا کچھ بھی تعلق اللہ سے ہے نہ اس کے رسول ﷺ سے ہے۔ قرآن پاک سے ہے نہ اسلام سے، توحید سے ہے نہ ایمان سے۔ جب اس کا حضور پر نور ﷺ کے ساتھ کوئی ایمانی و روحانی یا قلبی و جذباتی واسطہ ہی نہیں، تو یہ توحید کا کیا لگتا ہے اور اسے کس نے یہ منصب سونپا ہے کہ مومن ہونے یا مشرک ہونے کے سرٹیفکیٹ تقسیم کرتا پھرے۔

نعت شریف پر ردِ عمل: اس بات کو مزید واضح کرتا ہوں، ایک معاشرے میں مسلمان بھی' ہندو بھی، عیسائی بھی ہیں یہودی بھی، ملحد بھی ہیں سوشلسٹ بھی۔ سب اپنے اپنے افکار و نظریات کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں اور ایک دوسرے پر پابندی لگانے کا کوئی خیال تک نہیں آتا۔ اچانک ایک مسجد سے نعت شریف کی آواز گونجتی ہے تو یہودی، عیسائی اور دوسرے غیر مسلم اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں' مگر ایک صاحب کہ دیکھنے سے مسلمان دکھائی دیتے ہیں' شکل وصورت سے بھی کچھ تصدیق ہوتی ہے، نعت کی آواز پر آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور جو اس کے منہ میں آتا ہے، اول فول بکنے لگتا ہے۔ فرمایئے اس کے انداز سے کوئی شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ یہ بھی مسلمان ہے اور اسے بھی اسلام سے کچھ واسطہ ہو گا۔ ہاں

ہاں جس صورت حال کو غیر مسلموں نے برداشت کرلیا، اسے ''یہ شیخ القرآن' شیخ الحدیث' شیخ الاسلام' امام المسلمین' سند المدرسین' یا مبلغ یورپ'' برداشت نہیں کر سکا۔ کوئی شخص خواہ کسی لبادے میں بھی ہو' جب وہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کا دشمن ہے' ہمارا کیا لگتا ہے، ہاں ہاں' جب اسے خود اپنے لبادے کی شرم نہیں' ہمیں اس کا خیال کیوں ہو۔

شاید غیر محترم شخصیت کے غیر محترم لبادے کا ایسا لحاظ نہ کیا جاتا تو امت کبھی فرقہ واریت کا شکار نہ ہوتی۔ مثلاً عبداللہ بن سبا' کے لبادہ' اسلام سے بے نیاز ہو کر اس کے خیالات سے اسے جانا جاتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دور میں ہی فرقہ واریت کا آغاز نہ ہوجاتا (چنانچہ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ تو اس کی باتوں میں نہیں آیا مگر پھر بھی دوسرے لوگوں کی ایک مختصر سی تعداد نے سہی، اس کی دہشت گردی کی حقیقت نہ پہچان سکے کیونکہ وہ محبِ اہل بیت کے لبادے میں باہر نکلا تھا۔) اسی طرح مختلف ادوار میں مختلف لوگ جو دراصل اپنے نہیں تھے یا اپنے نہیں رہے تھے۔ مختلف لبادوں میں قوم کو دھوکا دینے میں کامیاب ہوگئے۔

توحید ایک لبادہ: آج سے دواڑھائی صدیاں پہلے کفر بہت منظم اور سیاسی جاہ وجلال کا مالک تھا۔ اس کے بڑے بڑے 'ستونوں' کو اس بات کی سمجھ آ گئی کہ مسلمانوں کے دل سے جذبۂ عشق رسول ﷺ کا جذبہ ختم ہوجائے تو 'جہاد' نہ رہے گا اور مسلمانوں کے بیدار ہونے کی کوئی صورت ، چنانچہ پوری منصوبہ بندی کا رخ مسلمانوں کے اندر سے یہ عشق رسول ﷺ نکالنے پر صرف کردی۔ اس کے لئے انھوں نے ایران ، برصغیر اور دوسرے علاقوں میں اپنی ڈھب کے خانہ ساز 'مدعیان نبوت' بھی تیار کر لئے ، جہاد کے خلاف فتویٰ دینے والے اور انگریزوں سے وفاداری کا سبق سکھانے والے 'شیخ القرآن اور شیخ الحدیث' بھی 'مارکیٹ' میں لے آئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ محبوبان خدا خصوصاً حضور پرنور ﷺ کے فضائل وکمالات کا انکار کرنے کرانے والے بدزبان 'خطیب' محقق' شمس العلماؤں کی ایک کھیپ بھی معرض وجود میں آ گئی۔ حضور پرنور ﷺ کے غلاموں کو فطری طور پر اپنے اللہ سے بھی محبت ہے اور اس کے حبیب مکرم ﷺ سے بھی۔ ان کے خلاف ہرزہ سرائی آسان نہیں تھی۔ ایمان کیا حائل ہوتا، اسے تو پہلے ہی سستے داموں فروخت کر چکے تھے۔ ہاں کچھ نہ کچھ مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنانا ضروری تھا تو اس کے لئے 'توحید' کا لبادہ اوڑھا گیا۔ 'توحید' ظاہر ہے، رسالت کے عقیدے کے بغیر اپنی آب وتاب کھو بیٹھتی ہے اور اس کی وہی شکل رہ جاتی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے والے ملعون کی توحید کی تھی۔ اصل میں ان کا اگلا ہدف توحید تھی لہذا پہلے خیال میں جب یہ 'رسالت' سے فارغ ہو گئے تو پھر 'توحید' کی طرف بھی متوجہ ہوگئے۔ اس کی کچھ تفصیل ذرا بعد میں آتی ہے۔

محبت کے اسباب: صورتِ حال کی سنگینی کا ذرا اندازہ کیجئے۔ حضور پرنور ﷺ کے خلاف اور پھر وہ بھی مسلمانوں کے سامنے جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل تھا۔ مگر اس کے لئے نعرہ لگایا گیا تحفظِ توحید کا۔ آپ پوچھیں گے آخر حضور پرنور ﷺ کے فضائل کے انکار کی شدید ضرورت کیوں محسوس کی گئی ، میں عرض کروں گا ، دلوں سے محبت رسول ﷺ نکالنے کے لئے۔ وجہ یہ کہ کمالات کا اسباب محبت سے گہرا تعلق ہے۔ جس شخص سے بھی پیار ہوگا ، عموماً اس کی تین وجوہ ہوں گی۔ (یہ خلاصہ ہے اس بیان کا جو حضرت مولانا پروفیسر الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ سابق استاذ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن نے وہاں ایک محفل میلاد میں غالباً ۱۹۴۴ء میں دیا تھا اور ان کے ملفوظات 'القول الطیب' میں درج ہوا تھا۔)

ا۔ حسن و جمال: چنانچہ ہر حسین وجمیل چیز میں ایک کشش ہوتی ہے جیسے گلاب کا پھول وغیرہ اور مسلمان ہمیشہ سے حضور پرنور ﷺ کو عام

انسانوں سے بہت بلند تر مانتے رہے ہیں۔ان کے عقیدے کے مطابق حضور پرنور ﷺ اللہ کے نور سے ہیں اور باقی مخلوق حضور ﷺ کے نور سے اس پر آیات وروایات بھی شاہد ہیں مگر نجد و دیوبند کے محققین نے سارا زور حضور پرنور ﷺ کو اپنے جیسا 'بشر' اپنا بڑا بھائی بلکہ محض بھائی کہنے پر لگا دیا۔آپ از راہ انصاف بتایئے کتاب وسنت میں والدین کا مقام کیا بتایا گیا ہے اور اس پس منظر میں دیکھئے نبی کا مقام باپ کے برابر بھی نہیں، بڑا بھائی یا محض بھائی سمجھنا کتنی بڑی جسارت ہے تو ان 'مجاہدوں' اور 'مجتہدوں' کے حصے میں آئی۔قرآن پاک نے جب یہ فرمایا

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم و ازواجه امهاتهم (الاحزاب۔٦)

ترجمہ: نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

حضور ﷺ کی متعدد احادیث میں اپنے نور ہونے کی صراحت موجود ہے۔تو انھوں نے قرآن پاک کی طرف توجہ کی نہ حدیث پاک کی طرف۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بات بات پر **فداہ ابی و امی** (میرے ماں باپ حضور پرنور ﷺ پر قربان) کہا کرتے تھے،سامنے رکھتے گویا ان کے نزدیک حضور پرنور ﷺ ایسے روحانی باپ ہیں کہ ماں اور باپ کو بھی ان پر قربان کیا جاسکتا ہے۔مگر جدید 'توحید' کے علمبرداروں نے قرآن پاک کی سنی، نہ رسول پاک ﷺ اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی۔کون نہیں جانتا کہ حضور پرنور ﷺ کے اسماء مقدسہ میں جو قدیم سے سیرت کی کتابوں میں مذکور چلے آتے ہیں، ایک 'نور' بھی ہے جیسا کہ 'رحمۃ للعلمین' کے عظیم مصنف جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے بھی یہ نام پاک یعنی 'نور' اسماء الرسول کے تحت شامل کیا ہے) اور پھر کسے خبر نہیں خلیفہ ثالث امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس لئے 'ذوالنورین' (یعنی دونوروں والے) کہا کرتے تھے کہ ان کے نکاح میں حضور پرنور ﷺ کی دومقدس صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے آئی تھیں۔گویا ان کا وہی عقیدہ تھا جو اعلیٰحضرت نے اپنایا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

خوب یاد رکھیں 'اپنے جیسا بشر' ثابت کرنا فضائل وکمالات ہی کی نفی نہیں بلکہ دراصل نبوت کی نفی بھی ہے۔ممکن ہے یہی دشمنوں کی منزلِ مقصود بھی ہو کیونکہ ظاہر ہے منصوبہ بندی کرنے والے شیاطین عیسائی تھے یا یہودی' وہ خود کب حضور پرنور ﷺ کو اللہ کا نبی مانتے تھے۔جب خریداروں کا اپنا ذہن مکمل باغی اور دشمن تھا تو خریدے ہوئے بدنصیبوں سے کس خیر کی توقع ہوسکتی تھی۔چنانچہ اشارہ جنبش پر ناچنے والوں نے پہلے ہی قدم پر ایمان قربان کر دیا۔کیا آپ کو یاد نہیں گذشتہ امتوں نے اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا جو انکار کیا تھا۔'اپنے جیسا بشر' کہہ کر کیا تھا؟ ویسے بھی جب تک اپنے جیسا سمجھا جائے، نبی علیہ السلام پر ایمان کیسے لایا جاسکتا ہے۔اللہ کریم نے اپنے انبیاء ومرسلین علیہم السلام جو معجزات کی شکل جو بقول مودودی 'غیر معمولی طاقتیں عطا فرمائی تھیں، ان کا مقصد بھی یہی واضح کرنا تھا کہ نبی اور غیر نبی میں بے انتہا فرق ہوتا ہے یہ معمولی نہیں بلکہ 'غیر معمولی بشر' ہوتے ہیں۔چنانچہ معجزات دیکھ کر جو ان کی غیر معمولی شان پر ایمان لے آتے ہیں' مسلمان بلکہ صحابی بن جاتے رہے اور کھلی آنکھوں سے ان کی 'غیر معمولی طاقتوں' کا انکار کرنے والے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست ونابود کر دیئے گئے۔

میں یہاں اشارہ کئے جاتا ہوں جو اہل عقل وحکمت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔اگر 'نبی' کو عام انسانوں سے برتر نہ سمجھا جائے تو ان کے فضائل اخلاق کو سمجھنا بھی ناممکن ہوجائے۔(میں اس بات پر تحریر میں زیادہ وضاحت کرنا مناسب نہیں سمجھتا، ہاں اہل علم غور کر کے دیکھ لیں، اتنا سمجھ لیں کہ جو ہماری سطح کا بشر ہو، اس کا فکر، اخلاص، انسانی ہمدردی کا جذبہ، معاذ اللہ دنیا کے متعلق رویہ بھی ہمارے جیسا ہوگا) کسی بھی نبی کی نبوت پر ایمان لانا اسی

صورت میں ممکن ہے کہ اسے ماورائی خصائص وخصائل سے مالا مال سمجھا جائے اور پھر وہ جو نبی الانبیاء علیہم السلام والمرسلین ہو اس کی شان وعظمت کا تصور کیونکر ممکن ہے۔ مگر اسلام دشمنوں کے زرخرید غلاموں کو حقائق ودقائق سے کیا واسطہ، انھیں قوم کو بہکانا تھا، لہذا شیطان کے بندوں کے یہ بندے میلاد کی مٹھائی، محرم کی سبیل کا پانی، گیارھویں شریف کے چاولوں کو حرام حرام کہتے گئے مگر جس روپے سے متاع ایمان کا سودا ہوا تھا 'اسے حلال' ہی کرتے گئے۔ شاید کسی کے ذہن میں یہ خلش پیدا ہو جائے کہ آخر خود نبی علیہ السلام بھی تو اپنے اللہ کے حکم کے مطابق اپنا یہی تعارف کراتا ہے' چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد (الکھف آخری آیت)

ترجمہ: تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں' مجھے وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

یعنی اے محبوب تم فرمادو' کہ تمھارا فرمانا گویا از راہ تواضع ہوگا، تو اے کائنات کے ہادی اعظم، اگر آپ تواضع کی عملی تربیت نہ فرمائیں گے بادشاہ، وزیر، صوفی، عارف، مجتہد، امام کہاں سے اس کی تربیت پائیں گے۔

پھر اسی آیت میں وحی کا ذکر اس بات کی تصریح کر دیتا ہے کہ تواضع میں مثلیت کا اقرار ہے تو یہ بھی ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے ہے' ورنہ وہ تو حاملِ وحی ہیں۔ اور جو حامل وحی ہو اس جیسا کیونکر ہوسکتا ہے۔

دیکھا آپ نے 'حسن وجمال' کی وجہ سے جو محبت کی راہ ہموار ہوتی تھی، نجد و دیوبند کے رہزنوں نے اس پر 'تا کا' لگا دیا۔

۲۔ فضل وکمال: محبت فضل وکمال سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص رنگ کا سخت کالا ہو مگر فضل وکمال کا ہمالیہ ہو تو بھی آپ کو اس سے محبت ہو جائے گی۔ اللہ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم وفضل کو عالم آشکار کرنے کے لئے فرمایا۔

وعلمک ما لم تکن تعلم ط وکان فضل اللہ علیک عظیما

ترجمہ: اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے

اس سے زیادہ واضح کونسا انداز ہوسکتا تھا کہ جو کچھ علم میں نہ ہو وہ سب سکھانے کا اعلان کر دیا جائے، کیا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی مومن یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں چیز یا فلاں علم حضور ﷺ کے دائرہ علم سے خارج تھا۔ پھر اس کے بعد یہ فرمانا کہ 'اے محبوب اللہ کا فضل عظیم ہے آپ پر'۔ فرمایئے اب عالمگیر وسعت علم میں چون وچرا کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ مگر یہ آیت تو اتری چودہ صدیاں قبل، جدید 'رہنماؤں' یا راہ ماروں نے اس سے اتفاق نہیں کیا' انھوں نے ترمیم شدہ اعلان یوں کیا

'نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں'

حیرت کی بات ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام بلکہ شیطان ملعون تک کے علم کو کائنات کے ذرے ذرے پر محیط مانا اور شرک کی نہ سوجھی، ادھر حضور پرنور ﷺ کا ذکر آیا' شیطانی 'توحید' نے شور مچا دیا 'شرک شرک'۔

دیوبندیوں اور ان کے ہمنواؤں کو علم نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے انکار سے یہ شیطانی فائدہ پہنچا کہ جو بےادب بھی جو چاہے بےادبی کرے، ان کے خیال میں حضور پرنور ﷺ کو ہرگز علم نہیں ہوتا' لہذا منہ پھٹ لوگ جو جی میں آئے بکیں۔ جو جی میں آئے لکھیں۔ ذرا خیال فرمایئے

ایک طرف اللہ کے حبیب مکرم ﷺ کی ذات پاک ہے جسے ان کے خیال میں دیوار کے پیچھے تک کا علم نہیں اور دوسری طرف اللہ کا دشمن شیطان ہے جسے ان کے نقطہ نظر سے خدا نے روئے زمین کے ذرے ذرے کا علم بخش دیا۔ علم کے باب میں اس سے زیادہ گستاخی کیا ہوسکتی ہے۔ مقابلہ اور وہ بھی کس کے ساتھ۔ پھر اگر ایک علم حضور پرنور ﷺ کو حاصل ہو تو شرک ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا علم خاصۂ خداوند تعالیٰ ہے، اسی لئے وہ شرک ٹھہرا۔ اب اگر اسی علم کو شیطان اور عزرائیل علیہ السلام کے لئے مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ خدا کا خاصہ ان دونوں میں آ گیا۔ اور کسی اور میں خدا کی صفت 'خاصہ' ماننا گویا اسے خدا ماننا ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمایئے عزرائیل علیہ السلام اور شیطان کو دیوبند کے 'جیالے' کس حد تک پہنچا دیتے ہیں اور کہاں تک مانتے ہیں، نیز اس کے مقابل یہی علم و فضل کے پیکر' محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو کتنا کم مانتے ہیں اور کیسا مانتے ہیں۔

یہاں سے کوئی صاحب دل یہ نتیجہ بھی نکال سکتا ہے کہ خداوند علیم و خبیر کے محبوب علیم و خبیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خداداد علم و خبر کا انکار کرنے کی نحوست نجد و دیوبند پر ایسی پڑی کہ وہ شرک میں الجھ گئے اور عزرائیل علیہ السلام بلکہ ابلیس تک کو خدا ماننے کا اپنی زبان سے اقرار کرنے لگے۔ ہاں ہاں گستاخوں کا انجام ایسا ہی دردناک ہوتا ہے اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مارے کو دنیا میں کہیں پناہ نہیں ملتی۔

۳۔ جود و نوال: یعنی اگر کسی میں حسن و جمال اور فضل و کمال دونوں وصف نہ ہوں مگر وہ پھر اگر دل کا غنی اور ہاتھ کا سخی ہو تو بھی انسان اس کا ممنون و گردیدہ ہو جاتا ہے۔ ہاں ہاں ایسا شخص جو کسی کی مصیبت میں اس کے کام آئے اس کی مشکل ٹال دے مصیبت و مشکل میں اس کا فریادرس ثابت ہو، خود بخود دل میں اتر آتا ہے اور **الانسان عبدالاحسان** (یعنی انسان احسان کا بندہ ہوتا ہے) کے مصداق انسان اس کا محبّ صادق ہو جاتا ہے۔

رب اکرم جل مجدہ نے اپنے محبوب اعظم و اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کا محبوب بناتے ہوئے جہاں اس کے حسن و جمال کے اثبات میں اسے نور بلکہ اپنا نور قرار دیا' اسے سراج منیر فرمایا' اس کے چہرہ پرنور کو الضحیٰ اور زلف عنبریں کو اللیل فرما کر قسم ذکر فرمائی، پھر اس کے فضل و کمال کی وسعتوں کا عقیدہ دیتے ہوئے اسے ہر چیز کا عالم بتایا، مگر نجد و دیوبند کے 'شیطان پرستوں' نے اپنی من مانی کرتے ہوئے اپنا مخالفانہ و معاندانہ نقطہ نظر پیش کیا اور ہر وصف جمیل کا دوٹوک انکار کر دیا۔ اب آیئے حضور اکرم نور مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن حکیم اور دشمنوں کے تیسرے محاذ جنگ کا حال سنیں۔ قرآن پاک نے انھیں سارے عالمین کے لئے رحمت قرار دیا گویا وہ کائنات کے ذرے ذرے کی مصیبتیں دور کرتے ہیں۔ سب کے فریادرس اور سب کے مشکلکشا ہیں۔ نجد و دیوبند کے موحدین نے اسے بھی تسلیم نہیں کیا اور اپنا عقیدہ یہ گھڑا کہ وہ کسی کی سنتے نہیں، کسی کے دکھ سکھ کو جانتے نہیں، کسی کی بگڑی نہیں سنوار سکتے اور کسی کے قطعاً کام نہیں آ سکتے۔ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے یہ تمام اوصاف جمیلہ اہل ایمان کے نزدیک خود دلائل توحید ہیں۔ جنھیں منکرین نے شرک قرار دیا۔ کتنا غضب ہے اور اہل حق سے کیسا تضاد ہے۔ مثلاً مومن کے نزدیک خدا سب کی سنتا اور سب کو دیکھتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے فضل سے اس کے حبیب برحق علیہ السلام سب کی سنتے اور سب کچھ دیکھتے ہیں۔ خدا سب کا مشکلکشا و حاجت روا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے حبیب مکرم بھی سب کے مشکلکشا و حاجت روا ہیں۔ مولا تعالیٰ ایک آن میں سب کی بگڑی بنا سکتا ہے اور دلیل یہ کہ اس کے فضل سے اس کے حبیب پاک سرور لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک آن میں سب کی بگڑی بنا سکتے ہیں دیکھا آپ نے مومنین اور منکرین کے طرز فکر و عمل میں فرق۔ ساتھ ساتھ سوچتے جایئے جو لوگ ایمان و توحید کا دعویٰ کر کے بھی خدا کے مقابلے میں اور قرآن پاک کے جواب میں اپنا زور لگا کر شرک کو توحید اور کفر کو ایمان بنانے پر تلے ہوئے ہیں انھیں کیا سمجھنا چاہئے۔ کیا پناہ بخدا ان کی مان کر یا انھیں ملت اسلامیہ

کا فرد مان کر ہم بھی کسی جہنم میں گریں یا ان سے عبرت پکڑیں اور کم از کم اور کچھ اگر نہیں تو ان کے دھوکے میں نہ آئیں۔

مختصر یہ کہ نجد و دیو بند کے وحشی خود بھی حضور پر نور ﷺ کی محبت سے محروم رہے اور دوسروں کو بھی محروم رکھنے کے در پے رہے، یعنی وہی صورتِ حال

خود تو ڈوبے ہیں، صنم! تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

ہاں ان کی تربیت کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ حضور پر نور ﷺ کے ساتھ کسی کا قلبی لگاؤ نہ ہونے پائے۔کلمہ پڑھنے والوں کے لئے یہ آسان نہ تھا، کیونکہ یہ فطرت ایمان ہی کے خلاف ہے کہ کسی ذات کو مرشد، امام، رہنما تو کیا، ان سب سے بڑھ کر اللہ کا رسول مان لیا جائے، پھر بھی اس سے محبت نہ ہو، ناممکن ہے۔استاد مانا تو محبت ہوگئی، مرشد مانا تو محبت کے ساتھ عقیدت بھی آگئی۔مذہب کا امام مانا تو محبت وعقیدت میں کئی گنا اضافہ ہوتا گیا، یہ سب مناصب کسبی ہیں، مگر رسالت کسبی نہیں، وہبی ہے یعنی خداوندی عطیہ وانتخاب پر منحصر ہے اور اس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے منصب کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔مگر رسول کے ساتھ جو محبت ہونی چاہئے اس (محبت) کے سامنے بھی ہر فرد بشر کی محبت ہیچ ہونی چاہئے اور کسی بڑے سے بڑے انسان کی محبت کو بھی اس محبت کے ساتھ صحرا کے ساتھ ذرہ ریگ کی نسبت بھی نہیں ہونی چاہئے۔

میری اس بات کی تصدیق کے لئے آپ کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبات کا مطالعہ کرنا چاہئے، مثلاً حضرت ثمامہ بن آثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے۔ایمان لا کر عرض گزار ہوئے۔

> ''اے محمد ﷺ خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے'' (صحیح بخاری باب وفد بن حنیفہ)

دور کیا جایئے آج جو ہندو سکھ عیسائی وغیرہ مسلمان ہوتے ہیں، ان (نومسلموں) سے پوچھ کر دیکھئے، محبوب خدا علیہ افضل التحیۃ والثنا کی محبت کا کیا عالم ہے؟ ہاں ہاں یہ سمجھنا قطعاً مشکل نہیں کہ اللہ کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام مان کر پھر ان سے محبت نہ کرنا ناممکن ہے۔مگر شاطرانِ نجد و دیو بند نے اس کے لئے جو منصوبہ بندی کی، وہ بھی بڑی موثر تھی۔انھوں نے جہاں حضور پر نور ﷺ کی محبت دل سے نکالنے کے لئے فضائل و کمالات رسالت کے خلاف محاذ آرائی کی، وہیں اپنے مقتدایان واساتذہ ومشائخ کی محبت دلوں میں پیوست کرنے کے لئے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے۔نتیجہ یہ نکلا حضور پر نور ﷺ کی محبت کمزور ہوتی گئی اور چھوٹے چھوٹے ملاؤں اور پیروں کی محبت مضبوط ہوتی گئی۔چنانچہ جن کمالات کو نبوت کے باب میں 'شرک' قرار دیا گیا تھا، انھیں دیو بند کے پیروں اور مولویوں (یا پنڈتوں) کے بارے میں 'توحید' سمجھ لیا گیا۔اس کی بیشمار مثالیں ہیں مثلاً ان کے خیال میں حضور پر نور ﷺ حاضر وناظر نہیں مگر ان کے اساتذہ مشائخ کے بارے میں ان کی مرضی یہی ہوتی ہے کہ انھیں ان کے حلقہ بگوش حاضر وناظر سمجھیں یہی حال مسئلہ علم غیب اور دوسرے مسائل کا ہے۔آپ مزید وضاحت چاہیں تو حضرت مولانا ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'زلزلہ' کا مطالعہ فرمایئے (جو اسی مضمون پر ایک گرانقدر وضخیم تصنیف ہے)

تبلیغی جماعت: اساتذہ و مشائخ دیوبند نے جب 'تعلیم' کو نا کافی سمجھا اور 'تعلیمی' سازشوں' سے ان کا کلیجا ٹھنڈا نہ ہوا تو انھوں نے 'تربیت' کا پروگرام ترتیب دیا۔ 'تبلیغی جماعت' کا اجرا اسی منصوبے سے ہوا۔ گویا جس طرح اولیاء اللہ اپنے غلاموں کو اپنی صحبت میں رکھ کر انھیں سلوک کی منزلیں طے کراتے رہے ہیں، تبلیغی جماعت کے سادھو اپنے چیلوں کو سفر و حضر میں ساتھ رکھ کر حضور پر نور ﷺ کی محبت سے خالی کرتے ہیں اور اس کی جگہ دیوبند کے 'گرگوں' کے عشق میں مبتلا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہندو، ایک عیسائی اور ایک یہودی کا حلقہ بگوش اسلام ہونا اتنا مشکل نہیں جیسا دیوبند کے کسی فرزند کا حلقہ بگوش عشق رسول ﷺ ہونا مشکل ہے۔ پھر یونہی ہوسکتا ہے دیوبند کا کوئی 'تعلیم زدہ' راہ راست پر آ کر محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے فضائل و کمالات پر ایمان لے آئے لیکن جس نے تبلیغی جماعت کا ایک چلہ کاٹ لیا اس کے لیے عظمت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوبارہ قبول کرنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ خود انگریزوں نے تبلیغی جماعت کی مالی حوصلہ افزائی بہت کی تھی۔ جب ان کے پاس مال کافی ہو گیا تو شاید روحانی امداد شروع کی ہو سعودی عرب میں اس پر پابندی ہے۔

سعودی عرب میں ان کے ہم عقیدہ نجدیوں نے بھی ان کے خلاف متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ یہ بھی سنا گیا تھا کہ سرزمین حجاز میں جتنا لٹریچر پہنچا ہے، انھیں کے بستروں کے ذریعے پہنچا ہے اور 'تل ابیب' میں اگر مرزائیوں کا کوئی مشن کام کر رہا ہے تو تبلیغی جماعت کا بھی کر رہا ہے۔

بہر حال یہ لوگ جب اپنے نبی ﷺ کے نہیں بنے تو امت کے کیا لگتے۔ ان کا اس امت کے ساتھ صرف 'بہکانے' کا تعلق ہے۔ جس پر ان کا جادو چل گیا وہ بہک گیا اور جس پر نہ چل سکا' وہ بہکنے سے بچ گیا۔ اس قسط کی ابتداء میں ہم نے یہ تاثر دیا ہے کہ مسلمان غلام رسول ہوتا ہے۔ جو جتنا سچا مسلمان ہے وہ اتنا ہی غلام رسول ہے، شاید یہ بات آپ کے علم میں نہ آئی ہو، یہ نام بھی دیوبند کے ہاں کسی عظمت کا حامل نہیں۔ غلام رسول ہونا ان کے نزدیک بہت بڑی منزل یا منزل مقصود نہیں، کیونکہ وہ اس تصور ہی کے خلاف ہیں۔ چنانچہ میں جب ۱۹۵۹ء میں جب سال سوم زیر تعلیم تھا کہ اسلامیات کے دیوبندی لیکچرر صاحب نے کلاس روم میں یہ اعلان برملا کیا تھا کہ غلام رسول نام رکھنا تقویٰ کے خلاف ہے۔ میں اور آپ اس قسم کی جرأت پر اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ لعنت ہو اس تقوی پر جو رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں بھی حائل ہو اور لعنت ہو اس توحید پر جو رسول اللہ ﷺ کے ادب سے روکتی ہے۔

امت کا حالِ زار: حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت جس تنزل و ادبار کا شکار ہے، ہر سچا مسلمان اس پر اشکبار ہے۔ وہ قوم جس نے صدیوں اقوام عالم کی قیادت کی' آج دربدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ تہذیب نا آشنا بدو اسلام کا طوق گلے میں ڈال کر ساری دنیا کو تہذیب سکھانے مشرق و مغرب میں پھیل گئے تھے اور سب انسان ان کی علمی و تہذیبی برتری کو تسلیم کرتے تھے، آج اقوام عالم میں ان کا کوئی مقام نہیں۔ آج اسی کو دہشت گردی سے مطعون کیا جا رہا ہے، آج اسی کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے، آج شیطان کے بیٹے اسی کی بیٹیوں کی عزت و آبرو سے کھیل رہے ہیں مگر وہ ایسی بے بس ہیں کہ کچھ کر نہیں سکتی، ایسی بے یار و مددگار ہے کہ کوئی اسے مظلوم کہتے بھی ظالموں سے ڈرتا ہے، اور تو اور اس کی مذہبی مقدس ترین کتاب کی کھلے بندوں توہین کی جاتی ہے اور جلسوں جلوسوں کے سوا کوئی اس کا حل نہیں سمجھا جاتا۔ ہمارے حکمران عموماً بے غیرت، ہمارے عموماً علماء و مشائخ بے حس ہمارے خواص مذہب بیزار اور ہمارے عوام معاشی مسائل کا شکار۔ حس و غیرت تو عشق رسول ﷺ سے پیدا ہوتی ہے اور اسے دو اڑھائی صدیوں سے سینوں سے نکالنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ہاں ہاں اس امت کے سب سے بڑے دشمن وہی ہیں

جنھوں نے امت رسول کا اس کے والی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے رشتہ کاٹنا چاہا اور عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محروم کرنا چاہا۔ حالانکہ

طبعِ مسلم از محبت قاہر است　　　مسلم او عاشق نباشد کافر است

واقعی محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے سچ فرمایا تھا

ان اخوف ما اخاف علیٰ کل منافق علیم اللّسان

ترجمہ:　بیشک مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خدشہ ہے وہ ایسا ہر منافق ہے جو زبان کو 'مولوی' ہو

قسط اول　　　﴿پروفیسر محمد حسین آسی﴾

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

قسط: ۵۲ — پروفیسر محمد حسین آسی

ہیں۔ جو اتنی صلاحیت نہیں رکھتے، کہ جس زبان میں قرآن نازل ہوا۔ احادیث کریمہ کا ذخیرہ دستیاب ہوا، اس زبان کی کسی کتاب کو سمجھ سکیں۔ جو صراط مستقیم یعنی ان کے راستے سے بے خبر ہوں، جن پر اللہ کا انعام ہے اور جو منعم علیھم ہیں۔ اور قرآن کریم نے جن کی تعبیر، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سے کی ہے.......... الحاصل.......... جو 'تفقہ فی الدین' نہیں رکھتے، اور پھر بے دینوں کے لٹریچر کو اپنے لئے ہدایت وتحصیل کا ذریعہ بناتے ہیں۔ **اللھم اھد قومی فانہ لا یعلمون**

ایک مردِ درویش: گذشتہ دنوں جب حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھ رہا تھا، میرے ایک کرم فرما جناب حاجی غلام رسول صاحب مدظلہ تشریف لے آئے۔ ہمارے علاقے میں انھیں بہت کم لوگ جانتے ہیں اور جو جانتے ہیں وہ انھیں بہت بڑا جانتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہر وقت عشق رسول ﷺ کے سمندر میں غوطہ زن رہتے ہیں۔ کھانے پینے کی بھی چنداں پروا نہیں۔ فطرت ہی میں غنا ہے۔ زیادہ پڑھے ہوئے نہیں مگر پھر بھی بہت کچھ پڑھے ہوئے ہیں۔ ایک بار بلانے والے رحیم وکریم آقا علیہ التحیۃ والثناء نے اس 'مست' کو مدینہ منورہ میں بلایا تھا، یہ کچھ عرصہ وہیں رہے، ایک ایسے ہوٹل میں ملازم رہے جہاں سے دوجہاں کا صدر مقام (گنبد خضرا) ہر وقت سامنے رہتا تھا۔ عاشق ہو اور منزل جاناں سامنے ہو، کتنی خوش بختی ہے۔

مدینہ منورہ کی جیل: اس عرصے میں ایک رات مدینہ منورہ کی جیل (شریف) میں بھی رہ آئے۔ اور اس کا ذکر بھی نہایت محبت بھرے سرور انگیز انداز میں کرتے ہیں۔ یہاں مجھے مناظر اسلام حضرت مولانا ضیاء اللہ قادری علیہ الرحمہ کا ایک جملہ بھی یاد آ گیا۔ تیں پینتیس سال پہلے کی بات ہے، سیالکوٹ میں، مولانا ضیاء اللہ صاحب قادری اور ایک خشک سے مولانا بیٹھے ہوئے تھے۔ قادری صاحب علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ کے بارے میں اپنے شوق کو ظاہر کیا تو حضرت 'خشک' فرمانے لگے 'مولانا، مدینہ منورہ جاؤ گے تو جیل میں رہو گے، عشق کے رمز شناس نے جواب دیا 'پھر کیا ہے' جیل بھی تو مدینہ شریف کی ہوگی۔ سچی بات ہے عشرے بیت گئے مولانا دنیا سے سدھار گئے ان کا عاشقانہ انداز مجھے فراموش نہیں ہوتا۔ واقعی

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، قوت پرواز مگر رکھتی ہے

وہی عالم یہاں ہے بلکہ جس 'خطرے' سے انھیں ڈرایا گیا تھا وہ یہاں وارد و واقع بھی ہو چکا۔ یہ بھی عشروں پہلے کی بات ہے مگر عاشق ہے

کہ اسے وہاں جیل جانے کے واقعے پر بھی کوفت ہے نہ ندامت، بلکہ ایک سرور سا محسوس کرتا ہے۔ بات نہ سمجھ پانے کی بنا پر دھر لئے گئے تھے اور بات نہ سمجھنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے۔ ہاں ہاں جو گیسوئے والیل کا اسیر ہو، اسے 'قید مدینہ سے محبوب دنیا میں کیا ہوگا۔ عشروں پہلے جب کالج میں زیر تعلیم تھا، عرض کیا تھا

'زندانی' واللیل سر حشر بھی آ ئی

توصیف شہ عرب و عجم کرتے رہیں گے

ذکر مدینہ: ہمارے حاجی صاحب موصوف کا بھی یہی حال ہے۔ جس ذوق وشوق سے یہ ذکر مدینہ کرتے ہیں، کوئی علم کا پیکر کیا کرتا ہوگا اور جس ذوق وشوق سے یہ ذکر مدینہ سنتے ہیں کسی عقل کے بندے کو وہ کہاں نصیب ہوگا۔ اس سگ بارگاہ حضور نقش لاثانی کو اسی نسبت کی وجہ سے نوازتے رہتے ہیں۔ تشریف لاتے ہیں، چند لمحے جلوہ افروز رہتے ہیں۔ نفس کے 'فریبوں' سے بڑے ہوشیار رہتے ہیں اس لئے بڑی مشکل سے چائے کا ایک کپ کبھی قبول فرمالیتے ہیں۔ ہاں یہ چند لمحات بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ یہ 'ذکر محبوب' (ﷺ) کرتے ہیں اور جی چاہتا ہے کرتے رہیں اور ہر کام چھوڑ کر ہم سنتے رہیں۔ ان کی زبان عاشقانہ، ان کا انداز والہانہ بلکہ یوں لگتا ہے جیسے عشق کی بارش میں نہا کر آئے ہیں یا نہا رہے ہیں۔ اس بات کو بھی کئی عشرے گزر گئے، ایک بار حضرت قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ یہاں شکر گڑھ تشریف لائے سیر میں نکلے تو میں نے حاجی صاحب سے (جو اس وقت دودھ دہی کی دکان کرتے تھے)، قبلہ قاضی صاحب مرحوم کا تعارف کرایا۔ اگلے دن صبح سویرے قبلہ قاضی صاحب نے فرمایا 'چلیں پھر حاجی صاحب کی زیارت کر آئیں۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا ان کے چہرے پر گنبد خضرا کے انوار جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ واقعی

'دیکھنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں'

دیکھنے والے: یوں تو قاضی صاحب قبلہ سے ایک عرصے سے اس نیاز مند کے نیاز مندانہ تعلقات شروع ہو گئے تھے مگر اس واقعے سے ان کی عظمت اور بھی بڑھ گئی بلکہ بہت زیادہ بڑھ گئی۔ یہ دیکھ کر کہ یہ دیکھنے والے ہیں۔

ہاں آدمی دیکھنے سے ہی آدمی بنتا ہے اور آدمیت کا دارومدار دیکھنے پر ہی ہے۔ بقول حضرت مولانا روم رحمہ القیوم

آدمی دیداست باقی پوست است

دید آں باشد کہ دید دوست است

ترجمہ: آدمی 'دیکھنے' ہی کا نام ہے، باقی نرا پوست ہے، اور دید سے مراد ہے محبوب کو دیکھنا۔

دیکھنے دیکھنے میں کتنا فرق ہے۔ ایک وہ خوش نصیب ہے کہ چند سال پہلے گنبد خضرا کے سامنے رہنے والے خوش نصیب چہرے پر گنبد خضرا کے انوار دیکھ لیتا ہے اور ایک وہ بدنصیب ہے کہ گنبد خضرا کے بظاہر زیر سایہ پہنچ کر بھی اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ کتنے ہی شیطان ہیں جو چند فٹ کے فاصلے پر بک رہے ہوتے ہیں کہ یہاں کچھ نہیں ہے۔ یہ کچھ نہیں کر سکتے اور کسی کے کام نہیں آسکتے۔ پھر جو لوگ وہاں مواجہ شریف میں حضور پر نور ﷺ کی طرف منہ کر کے دعائیں مانگتے ہیں، ان کو روکنے والے اندھے ان کا ادھر سے منہ ہٹا کر خانہ کعبہ کی طرف کرانے کی کوشش کرتے ہیں اور بکتے ہیں کہ ادھر منہ کرنا شرک ہے۔ ایک آدمی ایک لاکھ کے لگ بھگ روپے خرچ کر کے اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اللہ کے بلانے پر حاضر ہوا ہے، اس بنا پر کہ اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے، مگر ایک بدبخت اس کو روک رہا ہے کہ شرک ہو جائے گا۔ فرمایئے یہ بدبخت کس کا مقابلہ کر رہا ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے — یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

لو سنئے اس کی تفصیل، رب کیا فرماتا ہے

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء و ک فاستغفروا االله وا ستغفرلهم الرسول لوجدوا ا لله توابارحیما O

(النسآء ۔ ٦٤)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں۔

ہاں ہاں اس دربار پُر انوار کی عظمتوں کو تو وہ دیکھے جسے ایمان والی آنکھ میسر ہو۔ ورنہ جسم کی آنکھوں کے بظاہر سالم ہونے کے باوجود دیدۂ دل ایمان سے روشن نہ ہو تو آدمی اندھا ہوتا ہے۔ دیکھئے قرآن گستاخان رسول ﷺ کو عمی (اندھے) ہی فرماتا ہے۔ اندر ایمان کا نور ہوتا تو رسول ﷺ کا نور بھی نظر آتا اگر رسول کا نور نظر آتا تو سب کچھ نظر آتا۔ ایسے بھی ہیں جو دنیا میں اندھے ہیں مگر آخرت میں انکھیارے ہوں گے۔ مگر رسول ﷺ کا نور چشم ایمان سے نہ دیکھنے والے یہاں بھی اندھے، وہاں بھی اندھے

ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی و اضل سبیلا۔ (بنی اسرائیل۔۷۲)

ترجمہ: اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور اور بھی زیادہ گمراہ۔

نور ہی نور: ظاہر ہے اگلے جہان کا اندھاپن اس دنیا کے اندھاپن سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہوگا، مگر اس کا علاج تو یہ ہے کہ اس دنیا میں جیتے جی سچے دل سے ایمان لائیں اور پھر اس کی روشنی میں اللہ کے محبوب ﷺ کی جابجا تجلیاں دیکھیں۔ وہ نور جس سے شمس و قمر روشن ہیں، جس سے کوکب و کہکشاں رخشندہ ہیں، جس سے صبح صادق روشنی پاتی ہے۔ جس سے علم و عقل کی دنیا روشن ہے، اس نور کو دیکھیں، ہاں ہاں اسی نور کو دیکھا تھا حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا نے جس کا اظہار یوں فرمایا

لنا شمس و للافاق شمس

و شمسی فوق من شمس السمآء

و شمس الناس تطلع بعد فجر

و شمسی تطلع بعد العشاء

ترجمہ: ایک ہمارا سورج ہے اور ایک باقی دنیا کا، ہمارا سورج آسمانی (وآفاقی) سورج سے فائق ہے۔ لوگوں کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے (اور مغرب کو غروب ہوجاتا ہے) مگر ہمارا سورج عشاء کے بعد بھی طلوع رہتا ہے۔

اسی نور کے بارے میں شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنا عقیدہ یوں پیش کیا تھا

الصبح بدامن طلعته

والليل دجیٰ من و فرته

ترجمہ: صبح حضور ﷺ کی طلعت سے شروع ہوئی اور رات نے زلف سے فیض پایا۔

اسی نور کا اقرار جناب کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے کیا اور بارگاہ نور سے (نور کی) چادر حاصل کی

ان الرسول لنور یستضاء به

مهند من سیوف الله مسلول

ترجمہ: بیشک رسول پاک ضرور نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ وہ اللہ کی تلواروں میں سے تیز کھچی ہوئی تلوار ہیں۔

ہاں ہاں اسی نور کی بارگاہ میں امام الآئمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یوں نیازمندی پیش کی اور دو جہان کے فیوض وبرکات حاصل کئے

انت الذی من نورک البدر اکتسیٰ

والشمس مشرقة بنور بھاک

ترجمہ: آپ وہ ہیں جن کے نور سے بدر نے نور حاصل کیا اور سورج بھی آپ ہی کے نور سے چمک رہا ہے۔

نورِ رحمت اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: غرض اصحاب کرام اور اہلِ بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لیکر اس دور حاضر تک امت مسلمہ کی تاریخ کھنگال ڈالئے۔ کیا منافقین کے سوا کسی نے کلمہ نور پڑھ کر ان کے نور کا انکار کیا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر یہ نور صرف اندھیرے ہی دور نہیں کرتا، ہر رنج والم کو بھی کافور کر دیتا ہے۔ کیونکہ (یہ نور) رحمۃ للعلمین ہے (ﷺ) یہی وجہ ہے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک جس کو جو مشکل پہنچی، بارگاہ نور میں حاضر ہوا اور دو جہان کی نعمتوں سے اپنا دامن مالا مال کر کے لے آیا۔ کیونکہ

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا!!

دریا بہا دیئے ہیں' در بے بہا دیئے ہیں

مانگنے والے اس وقت بھی جب اللہ کا یہ 'نور' نور علی نور دنیا میں جلوہ گر تھا، حاضر ہو کر داد پاتے رہے اور پھر وصال شریف کے بعد اسی طرح مزار پرانوار پر حاضری دیتے رہے، فریاد کرتے، داد پاتے رہے۔ یہ واقعہ کسے معلوم نہیں کہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالتمآب علیہ الصلوۃ والسلام میں جب دوسری بار حاضر ہوئے تو عرض کی

فی حالة البعد روحی کنت ارسلھا

تقبل الارض عنی و ھی نائبتی

وھذہ نوبة الا شباح قد حضرت

فا مد د یمینک کی تحضیٰ بھا شفتی

ترجمہ: دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو آپ کی بارگاہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری طرف سے زمین بوسی کرتی تھی۔ اب میں خود حاضر ہوں، سو اپنا دامان ہاتھ مبارک بڑھایئے تا کہ ان کو بوسہ دینے کا شرف میرے ہونٹوں کو حاصل ہو۔

پھر کیا ہوا:

فظھر ت ید ہ ﷺ فصا فحھا و قبلھا و ضعھا علی راسہ

ترجمہ: پس اسی وقت سرکار دو عالم ﷺ کا ہاتھ مبارک نمودار ہوا آپ نے مصافحہ کیا، اس کو بوسہ دیا اور اپنے سر پر رکھا۔

(سیرت غوث الثقلین؛ بحوالہ تفریح الخاطر)

منافقین کا طرز عمل: اسلام کے صدر اول سے لے کر اب تک صدیاں بیت گئیں۔ امت مسلمہ کے اکابر واصاغر سب حاضر دربار ہوتے رہے اور منہ مانگی مرادیں پاتے رہے۔ دینے والا آقا رحمۃ للعلمین ہے (ﷺ) اور لینے والے عالمین کے افراد، خاکی ہوں کہ نوری وناری، ہاں دور اول میں منافقین کو بارگاہ رسول ﷺ سے چڑ تھی نہیں آتے تھے کیوں؟ قرآن پاک

واذا قیل لھم تعا لو ایستغفر لکم رسول اللہ لو وا رء وسھم و رایتھم یصد ون وھم مستکبرونہ (المنفقون۔۵)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمھارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انھیں دیکھو غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

آپ نے غور فرمایا جہاں رب تعالیٰ نے امت محبوب ﷺ کو بارگاہ محبوب ﷺ میں حاضر ہونے کی دعوت دی، وہاں اس کا فلسفہ یہ بیان فرمایا کہ یہ محبوب علیہ الصلوۃ والسلام ان کے لئے بخشش کی سفارش کرے گا۔ (اور پھر کیا ہوگا اللہ کی شان توابی ورحیمی کے جلوے ان کی جھولی بھر دیں گے) کون ہے بدنصیب جو بخشش کا وعدہ ٹھکرا دے، عذاب الیم کو ہلکا سمجھے اور اپنے ارحم الراحمین کی دعوت کی بھی پروانہ کرے۔ ہاں جس کے دل میں اللہ قہار و جبار و منتقم کا خوف ہے، جو عذاب جہنم کی شدت سن کی لرزہ براندام ہو جاتا ہے یا مختصراً یوں کہئے جس کو رسول ﷺ کو نور دیکھنے والی ایمانی آنکھ میسر ہے وہ تو ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہاں ہاں ایسی جرأت تو وہ کر سکتا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کا سخت باغی ہو اور بخشش کا دارومدار اگر در رسول کی حاضری پر بھی سمجھے تو پھر بھی حاضر ہونا گوارا نہ کرے (بلکہ بخشش پر عذاب جہنم کو ترجیح دے) ایسا بدنصیب جو حاضر ہو کر بخشش نہیں کرانا چاہتا، اس پر اللہ کا غضب دیکھئے۔ اس سے اگلی آیت دیکھیے

سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفرلهم ط لن یغفر الله لهم ط ان الله لا یهدی القوم الفسقین o (المنفقون۔٦)

ترجمہ: ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا، بیشک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اللہ کیا چاہتا ہے اور منافقین کیا چاہتے ہیں۔ آپ کے سامنے آ گیا۔

منافقین کا اعلان یہ ہے کہ کسی طور پر در رسول پر حاضر نہیں ہوں گے، اور اللہ کا فرمان یہ ہے کہ میں کسی صورت بھی انھیں نہیں بخشوں گا بلکہ ان منافقوں کے طرز فکر کی نحوست کا نتیجہ یہ ہے کہ انھیں ہدایت بھی نہیں آئے گی۔ اللہ ایسے بدنصیبوں پر جو در رسول ﷺ پر حاضر ہونا گوارا نہیں کرتے ہدایت کے راستے بند کر دیتا ہے۔ اگر آپ ایسے شخص کو دیکھیں جو در رسول ﷺ پر حاضر ہونے کو ناپسند کرتا ہو تو سمجھ جائیں اس مردود کے بارے میں عذاب جاودواں کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اب اسے ہدایت بھی نہیں مل سکتی کہ توبہ کرے اور نور ایمان حاصل کرے۔ خدا کی قدرت! منافقوں کو ایسی آیات سے بھی دل بہلانے کا ساماں مل جاتا ہے انھیں دوزخ میں جانے اور ہمیشہ رہنے کا خوف تو کیا ہو، اس بات سے خوشی ہے کہ رسول بھی بخشش کی سفارش کرے تو نہیں مانی جائے گی۔ دیکھی بدقسمتی کی انتہا، اس پر توجہ نہیں کہ یہ اعلان تو منافقین اور گستاخان رسول کے حق میں ہے یعنی خود ان کے بارے میں ہے، اس پر بغلیں بجائی جا رہی ہیں کہ دیکھو ثبوت مل گیا اللہ بھی اپنے رسول ﷺ کی نہیں مانتا، لہذا بقول اسمٰعیل، واقعی رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (معاذ اللہ) انھیں کون سمجھائے کہ جب منافقین پر رحمت کے دروازے ہی بند ہیں تو شفاعت کے بھی بند ہو گئے اور اللہ جس کو ہمیشہ دوزخ میں رکھنے کا عزم فرما چکا اللہ کا رسول ﷺ اس کی شفاعت کیوں فرمائے گا پھر بالخصوص اس بنا پر کہ وہ اسی رسول کے گستاخ اور باغی ہیں۔ آیت تو اعلان یہ فرما رہی ہے کہ کسی بھی گستاخ رسول کی بخشش نہیں ہو سکتی اگرچہ بالفرض اللہ کا حبیب ﷺ جو رحمۃ للعلمین ہے بھی شفاعت فرمائے یعنی کوئی اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ رحمۃ للعلمین ہونے کے ناتے انھیں سفارش ضرور فرمانی چاہئے۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ گستاخ رسول کی بخشش کا امکان ہی نہیں۔ اہل ایمان و عقل کے نزدیک تو اس سے تعظیم رسول کا مضمون بالکل واضح ہو جاتا ہے مگر جن کے بارے میں اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ انھیں راہ نہیں دے گا، وہ اس سے اپنی شیطانی سوچ کے مطابق الٹا مطلب لیتے ہیں۔

اب اگر اللہ ارحم الراحمین، غفار الذنوب اور ستار العیوب ہونے کے باوجود گستاخان رسول کو نہ بخشنے کا ارادہ فرما لے تو اس کی رحمت اور شان غفاری وستاری میں فرق نہ آئے یوں ہی حضور اگر ایسے منہ پھٹ بے ادب کم نصیبوں کی شفاعت نہیں فرماتے تو اپنے اللہ کی ہدایت کے مطابق ہے اور حضور ﷺ کے رحمۃ للعلمین اور شفیع المذنبین ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ویسے بھی حضور پرنور ﷺ شفیع المذنبین (یعنی گناہگاروں کے لئے

شفیع ہیں) شفیع الکافرین، شفیع المنافقین (یعنی کافروں اور منافقوں کے لئے شفیع) نہیں مذنب (گنہگار) گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو بھی اپنا اور اہل ہے اور کافر و منافقین بظاہر نیک اعمال بھی رکھتا ہو تو بھی شفاعت کا اہل نہیں کیونکہ وہ رحمت کا مستحق نہیں۔

شفاعت کس کے لئے: چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا

شفاعتی لا ھل الکبائر من امتی (ترمذی، ابوداؤد)

ترجمہ: میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے (بھی) ہوگی

اور ایسا کیوں نہ ہو اللہ کا واشگاف ترین انداز میں اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے وعدہ ہے

ولسوف یعطیک ربک فترضی ٥ (الضحیٰ۔۵)

ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ تمھارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے

فترضی نے ڈالی ہیں بانہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

اور اللہ کے حبیب لبیب ﷺ نے اس آیۃ کریمہ کے تناظر میں فرمایا

اذا لا ارضی قط و واحد من امتی فی النا ر (تفسیر مدارک ج۴)

ترجمہ: اب تو میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے۔

ہاں ہاں جو امت میں ہیں کافر اور منافق امت میں نہیں تو امت کے والی ﷺ کو ان سے کیا دلچسپی اب اس پس منظر میں مومنوں اور منافقوں کی سوچ کا فرق بالکل آپ کے سامنے ہے۔

مومن خوش ہیں کہ اللہ کے حبیب مکرم ﷺ شفاعت فرمائیں گے اور سب مومنوں کا بیڑا پار ہو جائے گا۔

منافق خوش ہیں کہ اللہ منافقوں کے بارے میں اپنے نبی کی بات بھی نہیں مانے گا جس سے نبی کا بے اختیار ہونا ثابت ہو گیا۔

سو ہاں اے منافقو! ہمیں اپنے حق میں اپنے نبی ﷺ کا مختار ہونا مبارک اور تمہیں! تمھارے حق میں نبی ﷺ کا مختار نہ ہونا مبارک۔

یہ بات پہلے بھی کہیں آ چکی ہے کہ اللہ نے سورۃ الاحزاب کی دو آیتوں کے ایک ایک لفظ میں حضور پرنور ﷺ کی نعت شریف کا التزام فرما کر انھیں **نبی ،رسول، شاھد ، مبشر ، نذیر، داعی الی اللہ باذنہ** اور **سراج منیر** کے اوصاف سے ذکر فرمایا ہے۔

ان کے بعد تیسری آیت مومنوں کے بارے میں (یعنی اوصاف حمیدہ پر ایمان رکھنے والوں کے بارے میں یوں ہے)

وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیر ا٥ (الاحزاب۔۴۷)

ترجمہ: اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

مومن حضور پرنور ﷺ کے فضائل و کمالات کے مستحق ہوئے تو منافق ان کا انکار کر کے کہاں پہنچے، سنو! قرآن پاک

ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار٥ ولن تجدلھم نصیر اً٥ (النساء۔۱۴۵)

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا

دیکھا آپ نے کلمہ خوان منکرین فضائل رسول ﷺ یعنی منافقین کا حال۔

روکنے والے: بات لمبی ہوگئی۔ کہنا یہ تھا کہ دیکھنے والے تو گنبد خضرا کے انوار کی تجلیاں، وہ بھی ان کے چہرے پر جو کسی زمانہ ماضی میں کچھ عرصہ

ہی سہی گنبد خضرا کے سامنے حاضر رہے ہوں اور نہ دیکھنے والے گنبد خضرا کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں خود پہنچ کر بھی اس کی عظمت سے اندھے رہتے ہیں۔ پھر خود بھی حضور ﷺ کی طرف رخ نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی رخ کرنے سے روکتے ہیں۔ بلاشبہ پہلے دور میں منافقین ہی اس طرح کرتے تھے پھر جب منافق ختم ہوگئے تو امن وامان بھی قائم ہوگیا۔ ہاں کئی سو سال بعد حالات نے انگڑائی لی تو 'ابن تیمیہ' حرانی نمودار ہوگیا اس نے حضور پرنور ﷺ کے دربار پرانوار کی نیت سے سفر کرنے کو (معاذ اللہ) سفر معصیت قرار دیا۔ اس کی یہ آواز بھی زیادہ موثر نہیں تھی، اور اس زمانے میں ایک دو شاگردوں کے سوا کسی نے اس کی خرافات پر توجہ نہیں دی۔

ہاں پھر انگریزوں نے ملی بھگت کر کے منافقین کی تربیت کی اور بارگاہ رسالت علیہ الصلوۃ والسلام کے آداب کے خلاف انھیں اکسایا تو ایک نیا دور منافقت شروع ہوا۔ یہ دور زیادہ تکلیف دہ اور موثر ہے کیونکہ پہلے دور کے منافقین کے پاس کوئی سماجی اور سیاسی قوت نہیں تھی وہ دل کی بھڑاس نکالتے تھے تو اکثر چھپ چھپا کر۔ عوام ان کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ تھے۔ ابن تیمیہ نے نعرہ لگایا مگر مجموعی طور پر قوم نے ٹھکرا دیا اور بقول بعض اس نے اس عقیدہ بد سے توبہ کر کے جیل سے رہائی پائی۔ مگر دور حاضر کے منکرین سیاسی اور سماجی طور پر مضبوط ہیں۔ حجاز ونجد میں انھیں کی حکومت ہے انھوں نے حضور پرنور ﷺ کے دور کی بنی ہوئی قبریں بھی اپنی شیطانی توحید کی نذر کر دیں یوں سمجھو، جیسا کہ کسی ابتدائی قسط میں بھی گزرا تھا شیطان نے حزب الشیطان کے ذریعے حزب اللہ سے بدلا لے لیا۔ یعنی حزب اللہ نے سچی توحید کا مظاہرہ کرتے ہوئے فتح مکہ کے موقع پر بت توڑے تھے حزب الشیطن نے بت توڑنے والوں کی قبریں ڈھا کر دل کی بھڑاس نکال لی۔

علم اور ادب: بہر حال کچھ بھی ہو، ایسے اندھے ضرور موجود ہیں کہ نور کے سیلاب میں بھی جن کی آنکھیں نہیں کھلتیں اور وہ وہاں جا کر بھی وہاں سے غیر حاضر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں غلام اللہ خان آف راولپنڈی بھی اسی نسل سے تعلق رکھتا تھا، چنانچہ وہ جب بھی روضہ پرنور کی سنہری جالیوں کے سامنے سے گزرتا تھا تو پیٹھ کر کے گزرتا تھا اور منہ دوسری طرف رکھتا تھا۔ حق یہ ہے کہ اس کا منہ اس کی پیٹھ سے بھی زیادہ بدبودار تھا کیونکہ اس کی پیٹھ سے اس کا منہ زیادہ ہگتا تھا۔ اسے اللہ کے حبیب پاک سرور لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اور اللہ کو اس سے بغض تھا نجانے اور کتنے لوگ اسی قسم اور اسی نسل کے ہوں گے۔ تاہم مولانا مودودی صاحب کے بارے میں 'غزالئی زماں حضرت مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمۃ کی چشم دید گواہی بھی آپ میرے کسی مضمون کی کسی سابقہ قسط میں دیکھ چکے ہوں گے جس میں مودودی صاحب ننگے سر سینہ تانے نظریں اوپر اٹھائے ریاض الجنہ میں سے ہوکر مواجہ شریف کی طرف آتے بیان کئے گئے ہیں۔ ہائے ری قسمت، بعض کو علم ملا، ادب نہ ملا، بعض کو ادب ملا علم نہ ملا۔ تاہم علم بغیر ادب کے ہو تو کفر بھی اور ادب بغیر علم کے ہو تو بھی ایمان۔ اچھا یہ ہے کہ ادب بھی ملے علم بھی۔ کسی نے ولایت اور علم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا

العلم قد یجتمع مع الکفر والولایۃ لا تجتمع مع الکفر

ترجمہ: علم اور کفر یکجا ہو سکتے ہیں، ولایت اور کفر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

میں حاجی غلام رسول صاحب کا ذکر کر رہا تھا انھیں اللہ کریم نے اپنے حبیب پاک سرور لولاک ﷺ کی محبت بخشی، ادب بخشا اور کتنے ہی حافظ سعید جیسے لوگ ہیں کہ علم تو ہے ایمان نہیں اور ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں اس کا نام یاد آتا ہے تو ایک حدیث پاک بھی یاد آجاتی ہے

اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بھا احد ھما (بخاری۔ مسلم)

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو 'او کافر' کہے تو ان دونوں میں ایک کی طرف رجوع بیشک ہو۔

حضور ہادی کون ومکان ﷺ فرماتے ہیں، کوئی شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے اگر وہ واقعی کافر ہے، تو ٹھیک ورنہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ سوچئے اگر کوئی شخص سچے مسلمانوں کو کافر کہتا ہو تو دونوں کی بجائے یہ کافر بلکہ ڈبل کافر ہو جائے گا، اگر سو سچے مسلمانوں کو کافر کہے گا تو کفر کو

سو سے ضرب دے لیں۔ حافظ سعید بیچارہ تو سب صوفیہ کرام کو یہی کہتا ہے تو ظاہر اس کے کفر کو "ان گنت" سے ضرب دے لیں۔ دیکھا توحید بچاتے بچاتے کتنے بڑے کفر کے سمندر میں غرق ہو گیا ہے۔

حاجی غلام رسول نے فرمایا: اب پھر وہاں چلیں جہاں سے آغاز سفر ہوا تھا، یعنی قبلہ حاجی غلام رسول صاحب کا ذکر خیر۔ ہوا یہ کہ وہ ایک دن تشریف لائے اور باتوں ہی باتوں میں فرمانے لگے بعض لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات پہ حیران ہوتے ہیں اور گویا یہ تاثر دیتے ہیں جیسے ان کمالات کا جواب نہیں۔ میں بات پا گیا۔ اصل میں حضرت آصف برخیا کی کرامت کے ذکر کے بعد حضرت سلیمان کے معجزات کا ذکر ہونا چاہئے اور پھر جامع الصفات حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات کو جوان پر فوقیت حاصل ہے، اس کا بیان ہونا چاہئے۔ میں نے حاجی صاحب کے بیان کو ایک اشارہ غیبی سمجھا، پھر میرے سامنے ان باطن لوگوں کی ذہنیت بھی آ گئی جو حضور پرنور ﷺ کے بجائے کسی اور پیغمبر علیہ السلام کے معجزات و کمالات کے بیان سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ یہ مومن کے لئے بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ اللہ کے سب سے بڑے محبوب اور پیغمبر ﷺ پر کسی بھی دوسرے کو فوقیت دی جائے۔ مگر ایسا ہو رہا ہے اور حضور ﷺ سے بغض رکھنے والوں کے مختلف لوگوں میں ایک ٹولا ضرور یہی طرز فکر رکھتا ہے۔

جہاں تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے کمالات کا تعلق ہے، ہمیں ان سے انکار نہیں، وہ تو ہمارے دلائل ہیں، اور کوئی شخص اپنے ہی دلائل سے کیونکر انکار کر سکتا ہے۔ ہاں ہاں جناب سلیمان علیہ السلام کو یا کسی اور پیغمبر کو کمال ملا ہے، بلا شبہ فیض ہے حضور رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب حضور ﷺ تمام عالمین کیلئے رحمت ہیں تو ظاہر ہے انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھی عالم کے افراد ہیں' لہذا حضور پرنور ﷺ ان کے لئے بھی رحمت ہوئے اور جس طرح تمام عالمین کے تمام افراد حضور پرنور ﷺ کی رحمت کے محتاج ہیں' یونہی انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھی اس رحمت کے محتاج ہوئے، چنانچہ جیسے جس کو بھی جو کمال ملا' حضور پرنور ﷺ کے وسیلے سے ملا انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے فضائل و کمالات میں بھی حضور ﷺ کا وسیلہ ہی کارفرما ہے۔

دو اصول: اس سلسلہ میں دو اصول ذہن نشین کر لیجئے، ایک تو یہی کہ عالمین میں جسے جو کمال ملا' وہ حضور ﷺ کا صدقہ وفیض ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے وہ کمال حضور پرنور ﷺ میں موجود ہے' پھر آپ ﷺ سے اس مخصوص فرد کو عطا ہوا ہے گویا یہ تو ممکن بلکہ واقع ہے کہ کوئی کمال بلکہ ہزاروں لاکھوں کمالات حضور پرنور ﷺ میں ہیں مگر ان میں سے کوئی ایک کمال بھی دوسروں میں نہ ہو، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ عالمین میں سے کسی کو کوئی کمال ملا ہو مگر حضور پرنور ﷺ اس سے متصف نہ ہوں۔ چنانچہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے معجزات و کمالات سب کے سب حضور پرنور ﷺ کو حاصل ہیں' مگر ایسے بہت کمالات ہیں جو دوسرے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو نہیں ملے اور حضور ﷺ کو عطا فرمائے گئے۔ لہذا یہاں یہ بحث ہی بنیادی طور پر غلط ہے کہ فلاں کمال فلاں نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں تھا مگر حضور پرنور ﷺ میں نہیں تھا۔ نہیں، ایسا نہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ پہلے حضور پرنور ﷺ کو عطا فرمایا گیا، حضور ﷺ کا صدقہ پھر کسی دوسرے کو ملا۔

دوسرا اصول یہ کہ کسی امت کے فرد کو جو کمال ملا ہے' اس امت کے نبی (علیہ السلام) کے صدقے ملا ہے۔ لہذا یہ ممکن نہیں ولی میں تو وہ کمال موجود ہو' جس کا امتی ہے' اس نبی علیہ السلام میں نہ ہو۔ کیونکہ امتی بہر حال اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ و وسیلہ کا محتاج ہوتا ہے اور اسے جو کچھ ملتا ہے' اس کے نبی علیہ السلام کے صدقے اور اتباع کے نتیجے میں ملتا ہے۔ جس طرح معجزہ نبی علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے، اور جو چیز

نبی کی صداقت کی دلیل وہی اس کے پیغام کی اور پیغام بھیجنے والے رب کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے، یونہی کرامت بظاہر ولی کی صداقت کی اور بہ باطن اس نبی کی صداقت کی دلیل ہے جس کی فرمانبرداری کے نتیجے میں یہ کرامت ارزانی ہوئی ۔اسی لئے عقائد کی کتابوں میں یہ بات واضح ہے کرامات الاولیاء معجزات الانبیاء (ولیوں کی کرامات نبیوں کے معجزات ہوتی ہیں)

یہ دوسرا اصول بھی دراصل پہلے اصول کو اور زیادہ واضح کر دیتا ہے' وہ اس لئے کہ جب یہ ممکن نہیں کہ امتی میں تو کوئی کمال ہو' مگر وہ اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہ ہو تو تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھی حضور ﷺ کے امتی ہیں لہذا کوئی کمال ان میں ہو اور حضور ﷺ میں نہ ہو محال ہے۔

☆......☆......☆

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا صلی اللہ علیہ وسلم تیرا

تظمین بر کلام اعلیحضرت قدس سرہ

رب کی ہر دولت و نعمت پہ ہے قبضہ تیرا   نام یونہی تو نہیں قاسمِ نعما تیرا
تو غنی اور ہے محتاجِ زمانہ تیرا   واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں ، مانگنے والا تیرا

جو ہے کونین کو کافی ، وہ ہے ٹکڑا تیرا   جس پہ قربان ہو جنت وہ ہے غنچہ تیرا
جس سے گلزار مہکتے ہیں ، وہ پتا تیرا   دھارے چلتے ہیں عطا کے ، وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے، وہ ہے ذرا تیرا

کوئی مانگے سو کرم یہ بھی ہے آقا تیرا   تجھ سے فریاد کرے ، یہ بھی سہارا تیرا
میرااحساس طلب ، یہ بھی عطیہ تیرا   فیض ہے شہِ تسنیمِ نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

تاج دے تاجوروں کو شہا منگتا تیرا   ملک انعام کرے بندۂ ادنیٰ تیرا
اسخیا جس سے سخاوت کریں وہ ہے صدقہ تیرا   اغنیا پلتے ہیں در سے ، وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے ، وہ ہے رستا تیرا

برتر از فہم نبوت ہیں تری سب شانیں   ہے محال ' اہل رسالت بھی تجھے پہچانیں
تیری رحمت ہے کہ ہم جیسے بھی تجھ کو مانیں   فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

تو شہا آئنۂ ذات و صفات رحمٰن   تیرے سائل میں رسل ، قدسی و جن وانسان
ہے تری رحمت بے مثل پہ شاہد قرآن   آسماں خوان ، زمیں خوان ، زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا

کیا کروں عرض اے اللہ کے محبوبِ لبیب   دل میں بھی جلوہ نما ' جان جزیں سے بھی قریب
تیری حکمت بھی عجب ، تیری حکومت بھی عجیب   میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

تیرے در سے بھی اگر جائیں تو کیونکر جائیں   جو ترے ہو چکے ، وہ اور کے ہو کر کیا لیں
اور کیا دیں گے ، کسی اور سے پھر کیا مانگیں   تیرے قدموں میں جو ہیں، غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

اے شہا ارض و سما ، خواجۂ لولاک لما   ایک نا چیز سا کتا ہوں تری عترت کا
میں کسی شاہ کا منگتا ، نہ گدا کا ہوں گدا   بحرِ سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

اسلام اور عصر جدید

حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا کارواں اکیسویں صدی عیسوی کی کشتی میں قدم رکھ چکا ہے اس صدی کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی صدی کہا جارہا ہے، آج انٹرنیٹ کی حیرت انگیز قوت نے پوری کائنات کو ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ یورپ وامریکہ نے اپنی بے پناہ جدوجہد کے نتیجے میں سائنسی علوم اور اسپیس کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ اہل سائنس آج کہکشاؤں کی راہداریوں میں چہل قدمی کر رہے ہیں، چاند کی درخشانی سے اپنے محبوب کے روشن مکھڑے کو تشبیہ دینے کے بجائے چاند کی زمین پر اپنے نقوش پا ثبت کر رہے ہیں، خلائی طیارے فضائی نشیب وفراز کی وسعتیں ناپ رہے ہیں، جدید ٹیکنالوجی کے ماہرین سمندروں کی تہوں میں جستجو کے چراغ جلا رہے ہیں، اس کے برخلاف اسی عہد میں اور اسی زمین کے نقشے پر مسلم حکمران، عرب شیوخ اور اہل دول افراط زر اور تعیش کی زندگی میں مدہوش ہیں انہوں نے لیزر کی شعاؤں، ایٹمی اور الیکٹرانک تواناؤں کی اہمیت کو سمجھنے اور ان کی طرف راغب ہونے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کی، عہد حاضر میں اس کا بھیانک نتیجہ افغانستان اور عراق کے زوال کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اور اب ایران وشام کی جانب بھی امریکہ کی قہر آلود نگاہیں اٹھ رہی ہیں۔ جبکہ فلسطین، بوسینیا اور چیچنیا برسوں سے یہودی ستم گروں کے نشانے پر مظلومیت کی دردناک تصویر بنے ہوئے ہیں۔

اب اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے کسی بحث کی ضرورت نہیں کہ امت مسلمہ عالمی پیمانے پر ابتلا وآزمائش کے دردناک مراحل سے گزر رہی ہے، عالمی مسلم قیادت یورپ وامریکہ کے مضبوط ہاتھوں میں بازیچۂ اطفال بن کر رہ گئی ہے اور عالمی منظر نامے پر مسلم دنیا کی احتجاجی صدائیں نادان بچوں کی بے سمت چیخوں سے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں۔ ان حالات نے کچھ بیمار ذہنوں کو اسلام ہی کے حوالے سے شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیا ہے، کیا یہ دین محدود طبقات اور محدود زمانے ہی کے لیے تھا؟ کیا اس دین میں عصر جدید کے چیلنجز کا مقابلے کرنے کی صلاحیت نہیں؟ اگر یہ دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے تو اسے ہر دور میں غلبہ حاصل کیوں نہیں ہوتا؟ اسلام کے ماننے والے ہمیشہ غالب اور فائز المرام کیوں نہیں رہتے؟ اگر خالق کائنات کے نزدیک یہی دین حق ہے تو یہ اپنے غلبہ و استعلا میں انسانی محدود وسائل اور قوت وتدبیر کا محتاج کیوں ہے؟ اسے تو ہر ملک اور ہر زمانے میں غالب رہنا چاہئے اور مسلمانوں کو ہر دور میں انسانی دنیا پر بالا دستی حاصل رہنا چاہئے۔

یہ مریضانہ فکران ذہنوں کی پیداوار ہے جنہیں دین اسلام کے مزاج اور خدائی نظام کا ادراک نہیں یا ایمانی کمزوری کی وجہ سے جن کے ذہنوں سے اسلام کا حقیقی تصور او جھل ہوگیا ہے، اگر کلمہ گویان اسلام پر روح اسلام کا حسن بے نقاب ہو جائے تو یہ سارے اعتراضات تار عنکبوت کی طرح بکھر جائیں، اسلام کی بنیادی خصوصیت و امتیاز یہ ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں کی فطرت وصلاحیت، ان کا ایمان وعمل، ان کے حدود قوت اور ان کے مادی حالات سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں رہتا، اگر انسان شجر اسلام کے گھنیرے سائے میں جہد وعمل کا سفر جاری رکھے تو کائنات کی ہر کامیابی اس کے اشاروں پر گردش کرے اور زندگی کی ہر پر شوق منزل اس کے قدموں کو بوسے دے، یہ نظام انسان کو اعتدال وسکون اور عظمت وسرفرازی کے سر آسمان تک پہنچا سکتا ہے جہاں تک دنیا کے کسی مذہب اور خود ساختہ طریق عمل سے پہنچنا ممکن نہیں۔ اور مقام مسرت ہے کہ ہزار مخالفتوں کے باوجود اسلام دین فطرت ہونے کی حیثیت سے دنیا بھر میں برق رفتاری سے پھیل رہا ہے اور آج بھی دنیا بھر کی سپر طاقتوں کے سامنے اگر کوئی مذہب خطرے کا نشان ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگر آج بھی مسلمانان عالم بیدار ہو

جائیں اور فکر قرآنی کی روشنی میں عصر جدید کے چیلنجز کا مقابلہ کرتے ہوئے فکر وعمل میں ولولہ تازہ پیدا کرلیں تو دنیا کا نقشہ بدل سکتا ہے اور امت مسلمہ ایک بار پھر دنیا کی عظیم ترین قوت بن کر ابھر سکتی ہے۔

اسلام بلاشبہ اللہ کا نازل کردہ دین حق ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر مدنی تاجدار ﷺ کو کسی ایک قوم اور کسی ایک زمانے کی ہدایت کے لیے مبعوث نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ کی نبوت ورسالت کا دائرہ بنی نوع انسان کے ہر فرد اور قیام قیامت تک کو محیط ہے آپ سے پہلے جتنے انبیاء ورسل تشریف لائے ان کا زمانہ نبوت اور حلقہ نبوت محدود تھا ہر نبی نے اپنی قوم کو یا قوم اعبدوا اللہ کہہ کر خطاب فرمایا لیکن یہ شرف و امتیاز امام الانبیاء نبی آخر الزماں ﷺ کو حاصل ہوا کہ آپ نے پوری نسل انسانی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (اعراف۔۱۵۸)

ترجمہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لایعلمون : (صبا،۲۸)

ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (انبیاء،۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

و ارسلنک للناس رسولا و کفی باللہ شھیدا (نساء،۷۹)

ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔

ان قرآنی ارشادات کی تیز روشنی میں یہ حقیقت مہر منیر کی طرح درخشاں ہوگئی کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی رسالت عالم گیر ہے اور آپ کی تبلیغ وہدایت کا دائرہ پوری کائنات اور کائنات کے ہر فرد کو محیط ہے حجۃ الوداع کے تاریخی خطاب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا" جو جہاں موجود ہیں وہ میری باتوں کو ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں" اور کائنات عالم کی تمدنی تاریخ شاہد ہے کہ تاریخ اسلام کے ہر دور میں ایسے حالات وامکانات موجود رہے کہ آپ کی تعلیمات دنیا کی تمام قوموں تک پہنچتی رہیں اور آج بھی کسی نہ کسی طور پر پہنچ رہی ہیں۔ آپ کی نبوت کی طرح آپ پر نازل ہونے والا صحیفۂ قرآنی بھی عالمگیر ہدایت نامہ ہے جو دنیا کی ہر قوم اور دنیا کے ہر دور میں ہدایت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیتا رہے گا، حکمتوں سے لبریز اس کا معجزانہ اسلوب ہدایت آج بھی اندھیری رات کے مسافروں کے لئے صبح درخشاں کی نشاندہی کررہا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (الفرقان:۱)

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا۔

ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (انعام،۵۹)

ترجمہ: اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی (نحل:۸۹)

ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے

ھذا بیان للناس وھدی وموعظۃ للمتقین

(آل عمران:۱۳۸)

ترجمہ: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے

ختم المرسلین ﷺ کے فرق اقدس پر ختم نبوت کا تاج رکھا گیا اور آپ پر آخری صحیفۂ آسمانی نازل کیا گیا' اب آپ کے بعد نہ صبح قیامت تک کوئی نبی مبعوث ہوگا اور نہ کوئی دوسری کتاب ہدایت نازل کی جائے گی۔ حدیث وسیرت کا مقدس اور محفوظ ذخیرہ اسلام کی حقانیت کی گواہی دے رہا ہے اور آپ پر نازل شدہ کتاب کے ایک ایک حرف و نقطہ کی حفاظت تا قیامت خود خالق کائنات فرماتا رہے گا اس بھری کائنات میں اس وحدہ لاشریک جل جلالہ سے بڑا محافظ و پاسبان کون ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ محافظت قرآن کا پرزور اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

ترجمہ: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے محافظ ہیں

اللہ تعالیٰ نے اسلام کے دستور العمل قرآن عظیم کی حفاظت ہی کا وعدہ نہیں فرمایا بلکہ اس دین کو تمام دینوں پر غلبہ واستعلا کا اعلان بھی فرمایا۔ ماضی میں اس دین اور اس کے ماننے والوں کے غلبہ واستعلا کا تجربہ کیا جاچکا ہے، سرزمین عرب سے اہل کفر وشرک کی بساط سمیٹ دی

گئی، مشرق و مغرب کے ممالک مسلمانوں کے زیرنگیں کر دیئے گئے تھے، اکاسرہ کے ممالک وخزائن ان کے قبضہ میں آ گئے تھے اور دنیا پر ان کا رعب ودبدبہ چھا گیا تھا، اور یہ سب کچھ قرآن عظیم کے اس فرمان کے عین مطابق ہوا تھا۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملو اا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبد لنھم من بعد خو فھم امنا (النور،۵۵)

ترجمہ: اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جمادے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اگر آج بھی ایمان اور عمل صالح کے تقاضوں کو پورا کیا جائے تو بساط عالم پر مسلمانوں کی عظمتوں کے پرچم لہرا سکتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہ با لھدیٰ و دین الحق لیظھر ہ علی الدین کلہ و کفی با للہ شھید اً (الفتح۔۲۸)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

اس آیت کریمہ کے تعلق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ''اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک ہر فرد دامن اسلام میں داخل نہ ہو جائے یا کم از کم جزیہ دے'' اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ اسلام دین حق ہے اور نبی آخر الزماں ﷺ پوری بنی نوع انسان کی ہدایت ونجات کے لئے مبعوث ہوئے، قرآن عظیم ہر طبقۂ انسانی اور ہر زمانۂ عالم کے لئے ایک مکمل نظام زندگی اور مینارۂ ہدایت ہے اور اس وقت تک بساط قیامت نہ بچھائی جائے گی جب تک ہر خطۂ کائنات پر پرچم اسلام نہ لہرا جائے۔

اس بنیادی گفتگو کے بعد بھی الحاد پسند بیمار ذہنوں کے یہ شکوک وشبہات ابھی اپنی جگہ باقی ہوں گے کہ اگر یہ دین اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ اور حق ہے تو دیگر مذاہب کے مقابلے میں پیچھے کیوں ہے۔؟ اس کا غلبہ واستعلا اپنے ماننے والوں کی قوتوں، صلاحیتوں اور مادی حالات کی برتری پر موقوف کیوں ہے۔؟ اسے تو ساحرانہ اور معجزانہ طور کائنات کے گوشے گوشے پر چھا جانا چاہئے، اس کے برخلاف یہ مسلمانوں کے اخلاص پیہم اور جہد وعمل کے ساتھ فروغ پاتا ہے اور ان کی مجرمانہ کوتاہیوں سے اس کا رخ بدل جاتا ہے اور جب حالات بگڑتے ہیں تو بہت سے مسلمان اس کے نفاذ ودفاع سے کترانے لگتے ہیں دینی طریق کار اور اس کے نظام فکر وعمل پر ان کا اعتماد متزلزل ہونے لگتا ہے اور اب ایک بار پھر کج رو مسلمانوں میں یہ تاثر ابھرنے لگا ہے کہ اسلام اکیسویں صدی عیسوی کے چیلنجز کا مقابلہ نہیں کر سکتا، وہ عصر جدید میں ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے دنیا کا اعلیٰ اور غالب مذہب نہیں بن سکتا۔

جیسا کہ ہم پیچھے عرض کر چکے یہ ساری غلط فہمیاں اس لئے پیدا ہوئیں کہ ان لوگوں نے ابھی دین مصطفیٰ کے مزاج کو نہیں سمجھا، ابھی ان کی ذہنی سطح نظام اسلام کے حقیقی تصور سے نا آشنا ہے، ان کی نگاہوں سے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے نشیب وفراز اوجھل ہیں، ان میں احساس وعمل کا جذبہ جنون خیز مر چکا ہے اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہر لمحہ معجزات وکرامت کے منتظر رہتے ہیں یا ان کے قلوب میں عہد جدید کی منافقت جڑ پکڑ چکی ہے۔ اسلام کے غلبہ واستعلا کے لئے خانقاہوں میں بیٹھ کر صرف دعائیں کافی نہیں ہیں صرف مسجد کے منبروں سے زمینی انقلاب برپا نہیں ہو سکتا یہ فکر، نظام ربانی اور فطرت کائنات کے خلاف ہے اگر یہی منشاء الٰہی ہوتا تو سرور کونین ﷺ حرم کعبہ میں بیٹھ کر دعا فرماتے اور پوری کائنات اسلام کا کلمہ پڑھ لیتی، پھر نہ معرکہ بدر برپا ہوتا اور جنگ احد کی نوبت آتی بلکہ مسلمانوں کی فتح وشکست کا فلسفہ سمجھنے کے لئے ان دونوں جنگوں کا مطالعہ بنیادی حیثیت کا حامل ہوگا' بلا شبہ اس پوری کائنات کا نظام اللہ تعالی کے دست قدرت میں ہے۔ عزت و ذلت اسی کی طرف سے ملتی ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے حکومت واقتدار عطا فرما دیتا ہے۔ اگر امت مسلمہ اخلاص ووفا، عشق وایمان اور جہد وعمل کے آزمائشی مراحل سے گزرے بغیر ہر لمحہ کامرانیوں سے ہم کنار رہے تو حق وناحق کی شناخت مٹ جائے، نظام فکر وعمل معطل ہو جائے، تعمیر وترقی کے دروازے مقفل ہو جائیں، کائناتی حقائق کی جستجو کا سفر رک جائے، صبر وشکر کے پیمانے ٹوٹ جائیں، تبلیغ وارشاد کی معنویت تاریکیوں میں گم ہو جائے۔ اس نظام قدرت کے بے شمار مصالح ہیں جب انسانی قلوب پر ان کا حسن بے نقاب ہوتا ہے تو گردنیں تسلیم ورضا کی دہلیز پر خمیدہ ہو جاتی ہیں، نظام ربانی یہی ہے کہ ہدائتیں رغبت اور کوشش کی بنیاد پر دی جائیں، انسانی فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ہمیشہ سرگرم عمل رہے،

روح اسلام کا داعیہ یہی کہ اطاعت الٰہی اور عشق رسول کے بے کراں جذبہ شوق کی بنا پر انسانوں کو انعامات سے سرفراز کیا جائے ،منشاء الٰہی یہی ہے کہ تقویٰ شعاری کی بنیاد پر انسانوں کو عزت وتکریم کی خلعتوں سے سرفراز کیا جائے ،اب ذرا چند لمحے ٹھہر کر دل ودماغ کی مکمل یکسوئی اور عقل وفطرت کی نورانی فضا میں اس مدعا پر قرآنی آیات کا سلسلہ ملاحظہ فرمایئے ۔ارشاد ربانی ہے:

والذین جاھدو افینا لنھد ینھم سبلنا (عنکبوت ۔۶۹)

ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر واما بانفسھم (رعد۔۱۱)

ترجمہ: خدا کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلیں۔

ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض (البقرہ۔۲۵۱)

ترجمہ: اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے پر (حملہ کرنے) سے دفع نہ کرے تو روئے زمین ضرور تباہ ہوجاتی۔

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و لیعلمن الکاذبین (عنکبوت۔۲۔۳)

ترجمہ: کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ،ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی ،اور بے شک ہم نے ان سے پہلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔

اللہ تعالیٰ اسلامی نظام کے نفاذ اور مسلمانوں کی عظمت اور شوکت کے لئے لفظ کن سے کام نہیں لیتا اور نہ ہی نظام افلاک وکواکب کی طرح صرف حکم مطلق سے کام لیتا ہے بلکہ اس کو انسانی جدوجہد، عشق واطاعت کی فراوانی اور بدلتے حالات کے تقاضوں کی رعایت کے ساتھ تبلیغ واقدام پر مشروط رکھا ہے اور باہمی اختلاف وانتشار کو خاص طور پر زوال کا پیش خیمہ قرار دیا ہے ،اس پس منظر میں جب آج ہم عالم اسلام کا جائزہ لیتے ہیں تو دور دور تک طوائف الملوکی کا جنگل نظر آتا ہے، ایک مسلم ملک اگر میدان جنگ میں آخری ہچکیاں لے رہا ہے تو دوسرے مسلم ممالک یا تو خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں یا مخالف قوموں کی طرفداری کا دم بھر رہے ہیں ،قرآن عظیم امت مسلمہ کے اس باطل نقطہ نظر پر ضرب کاری لگاتے ہوئے ان کے دردناک انجام سے متنبہ کر رہا ہے۔

ولا تکونو اکا الذین تفرقوا و اختلفو امن بعد ما جاء ھم البینت و اولئک لھم عذاب عظیم (آل عمران۔۱۰۵)

ترجمہ: اور ان جیسے نہ ہوجانا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

قومیں اپنے انحطاط وزوال کی خود ذمہ دار ہوتی ہیں خالق کائنات نے قرآن عظیم میں بار بار کوہ ودریا ،بحر وبر اور ان میں پیدا ہونے والی اشیا کا تذکرہ کیا ہے اور پورے زور بیان کے ساتھ مسلسل ان میں غور وفکر کی دعوت دی ہے۔ظاہر ہے کہ حکمتوں سے لبریز یہ سارے فرمودات شاعرانہ تخیلات نہیں اور نہ ان کا مقصد صرف جمالیاتی حس کی تسکین ہے بلکہ مقصود الٰہی یہ ہے کہ انسان ارضیات اور ان میں پوشیدہ توانائیوں کا ادراک کرے، تجربہ گاہوں میں ان سے حیرت انگیز فوائد حاصل کرے اور فضاؤں اور سیاؤں میں مخفی توانائیوں پر گرفت حاصل کرے،قرآن عظیم نے ان تجربات ومشاہدات کی دعوت اس وقت دی تھی جب یورپ وامریکہ علم وحکمت کے ابتدائی مفہوم سے بھی نا آشنا تھے مگر انہوں نے اپنی مسلسل جدجہد کے نتیجے میں سائنس وٹیکنالوجی کے میدانوں میں اتنی ترقی کی کہ آج امت مسلمہ ان کی گرد راہ بن کر رہ گئی ہے،علم وتجربہ کی اس ابتر صورت حال میں اگر مسلمانان عالم زوال وانحطاط کی پگڈنڈیوں پر لڑکھڑا رہے ہیں تو یہ عین نظام فطرت ہے اور یہی اسلام کا فلسفہ زوال وکمال بھی ہے،قرآن عظیم کی یہ انقلاب آفریں صدا محراب ومنبر سے مسلسل گونج رہی ہے مگر اس پر غور کرنے کا ہمیں موقع ہی نہیں

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیر واما بانفسھم (انفال:۵۳)

ترجمہ: یہ اس لئے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انہیں دی تھی بدلتا نہیں جب تک وہ خود نہ بدل جائیں۔

یعنی اکیسویں صدی عیسوی میں ہماری عبرتناک تباہی کی جو داستان مرتب ہورہی ہے یہ ہماری مجرمانہ کوتاہیوں کا نتیجہ ہے ،جس قوم نے گھوڑوں کی برہنہ پشتوں پر کوہ ودریا عبور کئے تھے اس قوم کے حکمراں اب غلامانہ زندگی پر قانع ہوگئے ہیں اگر آج ہم علم وتجربہ کی وادیوں کو عبور کرکے آتشیں گھوڑوں پر سوار ہونے کیلئے تیار نہ ہوئے تو حالات کی سنگلاخ حقیقتیں ہمیں پارہ پارہ کردیں گی اور عالمی سطح پر ہمارا قومی وقار

قصہ پارینہ بن کر رہ جائے گا۔ جنگ احد میں مسلمانوں نے اپنے رسول کی معمولی سی نا فرمانی کی تھی تو مسکراتی ہوئی فتح عبرتناک شکست میں بدل گئی تھی، آج کے عہد میں مسلمانوں کو جنگ احد کا بار بار مطالعہ کر کے سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ قرآن عظیم اس کے مضمرات کو بے نقاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذتحسو نھم باذنہ حتی اذا فشلتم و تنازعتم فی الا مروعصیتم من بعد ماارائکم ما تحبون منکم من یرید الدنیاومنکم من یر ید الاخرۃ ثم صرفکم عنھم ولقد عنکم واللہ ذو فضل علی المومنین (آل عمران۱۵۲)

ترجمہ: بیشک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جب تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے، یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول کے) حکم کے بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ نے دکھا دیا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے، بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے۔ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بیشک اس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی اور اس کے بعد جنگ احد میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا حالانکہ دونوں جنگوں میں خود سرورکونین ﷺ جلوہ فرما تھے اس شکست کے تمام اسباب مضمرات کو قرآن عظیم نے واضح فرما دیا ہے کہ جنگ احد میں صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے خلاف مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار کیا اور وہاں پہنچ کر بھی سرکار علیہ السلام کی سخت تنبیہ کے باوجود بعض صحابہ نے میدان جہاد میں اپنے مرکز کو چھوڑ دیا اور فتح کا ابتدائی منظر دیکھ کر مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو اللہ تعالیٰ نے فتح کے پرچم کو سرنگوں کر دیا تاکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو عبرت ہو کہ خدا اور رسول کی اطاعت کے بغیر کائنات کی کوئی فتح و کامرانی ناممکن ہے اور اس شکست نے منافقوں کے چہروں کو بھی بے نقاب کر دیا گویا کہ معرکہ احد کی شکست اکیسویں صدی عیسوی میں مسلمانان عالم کے لئے ایک باب عبرت ہے قرآن عظیم جنگ احد کی عبرتناک شکست و ہزیمت کے اسباب و نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے **اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ھذا ، قل ھو من عند انفسکم ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر ،وما اصابکم یوم التقیٰ الجمعن فباذن اللہ ولیعلم المو منین و لیعلم الذین نافقوا** (آل عمران۱۶۵تا۱۶۷)

ترجمہ: کیا تمہیں جب کوئی مصیبت پہنچے (احد کے دن) کہ اس سے دونی تم پہنچا چکے ہو (جنگ بدر میں) کہ کہنے لگو یہ کہاں سے آئی، تم فرما دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی، بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں، وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لیے کہ پہچان کرادے ایمان والوں کی اور اس لیے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہوئے

جنگ احد کے حوالے سے اس قرآنی ارشاد کی روشنی میں قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے عروج و زوال کا فلسفہ مل گیا کہ جو آگے بڑھ کر دامن مصطفیٰ پکڑے گا فتح و کامرانی کے ساتھ رحمت الٰہی کے دامن تک اسی کا ہاتھ پہونچے گا، جو مدنی تاجدار کی غلامی کے طوق کو زیب گلو بنائے گا نصرت خداوندی کا سحاب رحمت اسی پر سایہ فگن ہوگا، چند صحابہ کرام سے ایک انفرادی حکم عدولی ہوئی تھی تو اس کا انہیں سخت خمیازہ بھگتنا پڑا جبکہ آج کے مسلمانوں کو صحابہ کرام سے کوئی نسبت ہی نہیں آج مسلمانوں کو اپنی شکست و ہزیمت کے پس منظر میں اپنے دلوں کا جائزہ لینا چاہئے کہیں ہمارے دلوں میں رسول اللہ کے عشق و اطاعت کی شمع مدہم تو نہیں پڑھ گئی ہے، سنت مصطفیٰ کے دامن پر ہمارے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی تو نہیں پڑھ گئی ہے، کہیں آج عالمی سطح پر ہماری شکست کے پس پشت قدرت کی یہ حکمت تو کارفرما نہیں ہے کہ اہل حق اور اہل نفاق کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا جائے، ان مشکل مراحل میں ہمارے صبر و ایمان کا بھی امتحان ہے اس امتحان کی سخت گھڑی میں کون عشق و ایمان کی چٹان بن کر عزم و حوصلہ کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہے اور کون وقتی سود وزیاں پر نظر رکھ کر اہل باطل کی صفوں میں گھڑا ہوا نظر آتا ہے۔ موجودہ حالات میں عالم اسلام کا غبار اب بڑی تیزی بیٹھ رہا ہے اب اہل حق اور اہل نفاق کے چہروں کی شناخت کرنا مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کی حفاظت فرمائے آمین۔

ختم اور گیارھویں شریف قرآن کریم کی روشنی میں

مناظر ابن مناظر مفتی الحقیقہ حضرت علامہ الحاج شفقات احمد نقشبندی

سوالاً جواباً

سوال: گیارہویں شریف کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کیلئے عموماً چاند کی گیارہ تاریخ ہی کو محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے اس ''گیارہ'' کی مناسبت سے ان محافل کا نام گیارہویں شریف پڑگیا۔ اگرچہ ایصال ثواب جو کہ گیارہویں شریف کا اصلی نام ہے۔ ہر دن اور ہر وقت کیا جاسکتا ہے لیکن اس ایصال ثواب یا ختم شریف کیلئے گیارہ تاریخ اس لئے مشہور ہو گئی کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو جناب رسول اللہ ﷺ کے ایصال ثواب کی محفل کا انعقاد کیا کرتے تھے۔ آپ کے وصال شریف کے بعد آپ کے خدام اور اولا د امجاد نے بھی اس سلسلہ کو قائم رکھا اور اب اس محفل پاک میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی ایصال ثواب اور دعا ہونے لگی۔ اس تاریخ کو چونکہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محفل ایصال ثواب کا آغاز کیا تھا لہذا اگرچہ اس محفل پاک میں تمام انبیاء کرام، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، ابنات مقدسات رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تمام سلاسل کے تمام اولیاء کرام بلکہ جمیع مؤمنین و مؤمنات کے لئے بھی دعا کی جاتی ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ محفل حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے نام سے معروف ہوگئی (قرۃ الناظر ۱۲ وغیرہ) حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہر ماہ نذرانہ عقیدت پیش کرنے اور بارگاہ الوھیت و محبوبی میں شرف قبولیت حاصل ہونے کی برکت سے رہتی دنیا تک آپ کا یہ عرس مبارک ہر جگہ ہر ماہ جاری ہوگیا (وجیز الصراط وغیرہ، ص ۸۳) ویسے بعض بزرگان دین نے آپ کی تاریخ وصال گیارہ ربیع الثانی بھی لکھی ہے۔ باقی اس کی اصل ''ایصال ثواب'' کی فرضیت و جوب کا کوئی مسلمان بھی قائل نہیں ہے البتہ یہ ایک جائز اور مستحسن عمل ہے۔ فوت شدگان ایمان والوں کے لئے دعاء استغفار کرنے کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔ ''اور وہ جو ان کے بعد آئے۔ عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے'' (حشر نمبر ۱۰) لہذا اپنے پہلے گزر جانے والے ایمان والوں کے لئے اللہ کے حضور دعاء و استغفار کرنا۔ اللہ کی رضا اور رحمت کا باعث ہوگا۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا بس اپنے عمل ہی کام آئیں گے؟

جواب: یہ نظریہ بالکل غیر اسلامی ہے۔ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بیکار کام کا حکم نہیں فرماتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سینکڑوں مقامات پر دوسروں کے لئے دعا کا ذکر فرمایا ہے بلکہ بعض مقامات پر تو حکم بھی فرمایا ہے مثلاً سورۃ نصر نمبر ۳، سورہ محمد نمبر ۱۹، بنی اسرئیل نمبر ۲۴ وغیرہ۔ اگر کسی کی دعا دوسرے کو فائدہ نہ دیتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ نہ ایسی کی گئی دعاؤں کا ذکر فرمایا اور نہ ہی خود اس کا حکم فرماتا۔

سوال: کیا ہر ایک کیلئے دعاء کی جاسکتی ہے؟

جواب: نہیں۔ دعا صرف مومن ہی کیلئے کی جاسکتی ہے۔ کافر کو کسی کی دعا

کا فائدہ بھی نہیں ہوگا بلکہ الٹا دعا کرنے والا خود گناہ گار ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے ”نبی (ﷺ) اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ انہیں کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں“ (توبہ نمبر۱۱۳) اس آیت کریمہ میں یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ ہر کوئی اپنے فوت شدہ کے بارے میں خود ہی سوچ لیا کرے۔ اگر تو اس کو مسلمان سمجھتا ہے تو حکم خداوندی کے مطابق اس کے لئے دعا کرے اور اگر وہ اپنے مرنے والے کو مومن نہیں سمجھتا تو حکم خداوندی کے مطابق اس کے لئے دعا نہ کرے۔

سوال: کیا کافر کی دعا مومن کے حق میں فائدہ مند ہوتی ہے؟

جواب: نہیں۔ کافر کی کوئی بھی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔”اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے“ (رعد نمبر۱۴) دعا کی قبولیت کیلئے دونوں طرف کا مسلمان ہونا ضروری ہے نہ مومن کو کافر کیلئے دعا کرنے کی اجازت ہے اور نہ کافر کی دعا مومن کو مفید ہے۔

سوال: مومن کیلئے دعا کرنے والی کوئی اور مخلوق بھی ہے؟

جواب: ہاں۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ملائکہ بھی ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ دیکھئے۔ شوریٰ نمبر۵، مومن نمبر۷ وغیرہ۔

سوال: دعا کے لئے کوئی خاص وقت مقرر ہے۔

جواب: دعا کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ یہ تو وہ عبادت ہے جو کہ ناپاکی کی حالت میں بھی کی جاسکتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے ”دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب (بھی) مجھے پکارے“ (بقرہ نمبر۱۸۶)

سوال: دعا نہ کرنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: ارشاد خداوندی ہے ”اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ بیشک وہ جو میری عبادت (دعا) سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر“ (مومن نمبر۶۰) نیز فرمایا ”تمہاری کچھ قدر نہیں میرے رب کے یہاں اگر تم اسے نہ پوجو (اور اس سے دعا نہ کرو) تو تم نے تو جھٹلایا تو اب (تمہیں) ہوگا وہ عذاب کہ لپٹ رہے گا“ (فرقان نمبر۷۷)

سوال: بعض لوگ دعا سے روکتے ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے شدید غضب کا نشانہ بنیں گے۔ قرآن حکیم میں ہے۔ کہ بعض دوزخی جب دوزخ سے نکلنے کی دعا کریں گے تو ارشاد خداوندی ہوگا ”دھتکارے پڑے رہو اس میں۔ اور مجھ سے بات نہ کرو۔ بے شک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخشش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تو تم نے انہیں ٹھٹھا بنالیا یہاں تک کہ انہیں بنانے کے شغل میں (تم) میری یاد (میرا حکم بھی) بھول گئے اور تم ان سے ہنسا کرتے۔ بے شک آج میں نے ان کے صبر کا انہیں یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہی (مومنون نمبر۱۰۸ تا ۱۱۱)

سوال: دعاء واستغفار کے وقت کچھ کھانا وغیرہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ہاں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعاء واستغفار کرتے وقت بہتر یہ ہے کہ پہلے کچھ صدقہ و خیرات کرلیا جائے تاکہ یہ صدقہ و خیرات دعاء استغفار کی قبولیت کا وسیلہ وذریعہ بن جائیں۔ قرآن مجید فرقان حمید میں تو بارگاہ محبوبی میں عرض گزار ہونے کے متعلق بھی اولاً یہ قانون بیان فرمایا گیا تھا ”اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو“۔ یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے“ (مجادلہ نمبر۱۲) پھر ہماری کمزوریوں کے مدنظر اس حکم کو منسوخ کردیا گیا۔ اگرچہ اب یہ حکم وجوبی تو نہیں رہا لیکن اس کام کے استحباب سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تو جب جناب رسول ﷺ کی بارگاہ میں کچھ عرض کرنے سے پہلے صدقہ و خیرات دے لینا بہتر ہے تو بارگاہ احکم الحاکمین میں دعاء واستغفار کرنے سے پہلے صدقہ خیرات پیش کرنا کتنا افضل اور بہتر ہوگا۔ نیز ارشاد ربانی ہے ”کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔ ہاں ہاں وہ ان

کے لئے باعث قرب ہے۔ اللہ جلد انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا ''(توبہ نمبر ۹۹) پھر آیت نمبر ۱۰۳ میں حضور کو حکم فرمایا گیا کہ محبوب جو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرتے ہیں ان کے لئے آپ دعا فرمایا کریں کیونکہ آپ کی دعاؤں سے ان کے دلوں کو سکون ملے گا۔ تو اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ صدقے و خیرات کریں اور اس کا ثواب کسی عزیز یا بزرگ کو ایصال کردیں (ختم، قل، دسواں، ساتواں، چالیسواں، عرس، گیارہویں) تو کیا اللہ تعالیٰ صدقۂ وخیرات پر ثواب نہیں دیگا؟ ضرور دیگا انشاءاللہ تعالیٰ۔ اس صدقہ کا جس فوت شدہ عزیز یا بزرگ کو ایصال ثواب کریں گے کیا وہ خوش نہیں ہوگا اور ہمیں دعائیں نہیں دیگا؟ ضرور خوش بھی ہوگا اور دعائیں بھی دے گا۔ اور انشاءاللہ عزوجل وعلا اس سے ہمارا دونوں جہانوں کا بھلا ہوگا۔

سوال: کیا صدقات وخیرات کرتے وقت کچھ ذکر واذکار بھی کیا جاسکتا ہے؟ ہاں۔ کیوں نہیں۔ اگر کچھ ذکر اذکار بھی کر لیا جائے تو اس ذکر اذکار (قرآن پاک۔ درود شریف) کلمہ پاک اور دیگر ذکر اذکار۔ ختم شریف) کا علیحدہ ثواب ہوگا اور وہ ثواب بھی کسی عزیز یا بزرگ کو بخشا جاسکتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب تک پہنچائیں۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی ان کے لئے دونا دوں صلہ (ہے) ان کے عمل کا بدلہ اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں امن وامان سے ہیں'' (سبا نمبر ۳۷) نیز فرمایا ''جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے۔ مگر مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر'' (شعراء نمبر ۸۸۔۸۹) یعنی مومن کو اس کے مرنے کے بعد اس کا اپنی زندگی میں کیا ہوا صدقہ جاریہ یا بعد میں اس کی مومن اولاد کی طرف سے اس کے لئے کی گئی کسی بھی نیکی (ذکر اذکار اور صدقات وخیرات) کا ثواب اس کو کئی گنا بڑھا کر عطا فرمایا جائے گا۔

سوال: جو ایصال ثواب کسی کے لئے کرنا چاہیں اس چیز پر اس کا جس کیلئے ایصال ثواب کیا جارہا ہے۔ نام بھی لیا جاسکتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ اس طرح وہ چیز حرام ہوجاتی ہے؟

جواب: ہاں۔ جب کسی کیلئے ایصال ثواب کرنا ہے تو اس کا نام لے کر اگر اپنی نیت کا اظہار کردیا جائے تو کیا حرج ہے۔ کسی بچے کا عقیقہ کرنا ہو تو کیا۔ اس صدقہ کرتے وقت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ فلاں بچے کے عقیقے کا صدقہ (ختم) ہے۔ یا اگر کسی فوت شدہ کی طرف سے قربانی کرنا چاہیں تو کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ فلاں کے نام کی قربانی ہے۔ کیا اس طرح وہ جانور حرام ہوجائیں گے؟ نہیں نہیں بلکہ حضور تو جب کسی غیر کی طرف سے قربانی کرتے تو ذبح سے پہلے اس جانور کو سامنے لٹا کر اس پر اس شخص کا نام لیا کرتے تھے اور یہی طریقہ آپ نے قیامت تک کے لئے امت کو بھی سکھایا ہے۔ بلکہ قرآن پاک میں تو بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے مشرکوں کے جانور۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام۔ کو بھی حرام نہیں فرمایا گیا بلکہ ان کو بھی بعد میں اگر کوئی اللہ کا نام لے کر ذبح کر لے تو وہ حلال ہی ہوتے ہیں سورہ مائدہ نمبر ۱۰۳ کے تحت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''یقول ما حرم اللہ بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حامیا'' تفسیر ابن عباس ص ۸۱) اسی آیت کا ترجمہ شاہ رفیع الدین اس طرح کرتے ہیں ''نہیں حرام مقرر کیے اللہ نے۔۔۔الخ) اگر کسی جانور کو بتوں کے نام پر چھوڑا گیا ہو اور کوئی مسلمان اسے پکڑ کر اللہ کے نام پر ذبح کرلے تو وہ بھی حلال ہوتا ہے تو جو جانور اللہ کے نام پر دیا جائے اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور محض جس کو ایصال ثواب مقصود ہے اس کا نام لے کر اپنی نیت اور ارادے کا اظہار کردیا جائے کہ یہ جو صدقہ میں کررہا ہوں اس کا ثواب میں فلاں عزیز یا بزرگ کو بخشوں گا۔ مثلاً کہہ دیا جائے۔ فلاں کا ختم۔ غوث پاک کی گیارہوں وغیرہ تو اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ صدقہ اللہ کے نام پر ہوگا اور اس کا ثواب فلاں کے لئے ہوگا جیسے صحاح ستہ کی حدیث میں حضرت سعد نے اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لئے کنواں کھدوا کر فرمایا تھا۔ ھذہ لام سعد یہ سعد کی ماں کے نام کا کنواں ہے۔ یا مشکوٰۃ شریف میں نفلوں کے متعلق ہے۔ ھذہ لابی ھریرۃ۔ کہ ان نفلوں کا ثواب جناب ابو ہریرہ کے لئے ہے۔

لہذا یہ طریقہ تو عین قرآن وسنت کے مطابق ہے اور صحیح ہے۔ارشادِ ربانی ہے" اے ایمان والو حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں۔ اور حد سے نہ بڑھو بیشک حد سے بڑھنے والے اللہ کو نا پسند ہیں" (مائدہ نمبر ۸۷) نیز یہی مفہوم نحل نمبر ۱۱۴، مائدہ نمبر ۱۱، اعراف نمبر ۳۲ وغیرہ میں بھی ہے نیز فرمایا" اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے" (نحل نمبر ۱۱۶) نیز انعام نمبر ۱۴۶، نمبر ۱۵۱ میں بھی یہی مفہوم ہے نیز فرمایا" تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کہ تم نہیں کھاتے اس چیز کو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو" (انعام نمبر ۱۲۰)

ختم وگیارہویں شریف قرآن کریم کی روشنی میں

نیز اللہ عزوجل وعلا یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خود بخود کسی چیز کو حرام کہہ دیتا ہے تو اس سے دلیل مانگا کرو (انعام نمبر ۱۴۴، نمبر ۱۵۰)

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں وما اھل بہ بغیر اللہ میں شامل ہیں اور حرام ہیں؟

جواب: ایسا کہنے والے غلط کہتے ہیں۔ برصغیر میں قرآن پاک کا سب سے پہلے فارسی زبان میں ترجمہ کرنے۔ پاک وہند میں حدیث کے استاد جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان آیات کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔" وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا" (بقرہ نمبر ۱۷۳)" وآنچہ نام غیر خدا بوقت ذبح یاد کردہ شود" (مائدہ نمبر ۳)" برائے غیر خدا آواز بلند کردہ شود وقت ذبح او" (انعام نمبر ۱۴۶)" وآنچہ ذکر کردہ شد بہ نام غیر خدا بر ذبح" (نحل نمبر ۱۱۵) یعنی اس سے مراد ہے کسی بھی جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام سے ذبح کرنا۔ علامہ وحید الزمان اہل نے بھی اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے نیز ایسا کہنے والے حضرات سے پوچھا جائے کہ اصول تو یہ ہے کہ کہ حلال اور طیب و طاہر چیز میں کوئی حرام یا نجس چیز مل جائے تو وہ نجس چیز اس پاک چیز کو بھی ناپاک کر دیتی ہے۔ مثلاً پانی کے جگ میں آ کر ایک قطرہ شراب یا پیشاب کا گر جائے تو پورے کا پورا جگ ہی ناپاک ہو جائے گا۔ یہاں ختم شریف میں لائی جانے والی تمام اشیاء۔ کھانا، فروٹ، مٹھائی، دودھ، پانی وغیرہ پہلے تو سب کے نزدیک پاک تھیں اب اگر اس جگہ پر چند آیات قرآنیہ یا چند سورتیں یا درود شریف یا نعت شریف اور کچھ مسائل دینیہ بیان کر دینے سے سامنے پڑی ہوئی تمام پاک چیزیں حرام ہو جائیں تو غور طلب بات یہ ہے کہ ان پاک اور طیب وطاہر تمام اشیاء کو ناپاک اور حرام بلکہ معاذ اللہ خنزیر جیسی ناپاک کس نے کر دیا۔ قرآن پاک نے، درود شریف نے، ذکر مصطفےٰ نے یا مسائل شرعیہ نے؟ **لا حول ولا قوة الا با لله العلی العظیم** اللہ عزوجل وعلا کو ان بعد کی تمام گمراہیوں کا پہلے ہی سے علم تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا" تو کھاؤ اس چیز کو جس پر نام لیا گیا ہو اللہ تعالیٰ کا اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر یقین رکھتے ہو" (انعام نمبر ۱۲۰) ثابت ہوا کہ جو اس چیز کو نہیں کھاتا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو (ختم شریف والی چیزیں) وہ اللہ کے قرآن پر یقین ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ تو جن اشیاء پر اللہ کا نام لیا گیا ہے ان کو حرام کہہ رہا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس کے نزدیک قرآن پاک حلال اور طیب وطاہر چیزوں کو بھی ناپاک اور حرام کر دیتا ہے۔ ہاں ایک حدیث شریف سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس کھانے پر بسم اللہ شریف (اللہ کا ذکر) پڑھ لی جائے اس کو شیطان نہیں کھاتا۔ کیونکہ شیطان کو اللہ کے ذکر والا کھانا ہضم ہی نہیں ہوتا۔ کھانا پاک اور اس کا اندر پلید۔ پھر کیسے ہضم ہو۔ لہذا جو ختم شریف کے تبرک کو حرام کہتا ہے وہ شیطان کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو حق واضح ہو جانے کے بعد حق کو مان لینے اور اس کے مطابق اپنا ایمان اور عقیدہ بنا کر اس پر تا دم آخریں عمل پیرا رہنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم

☆......☆......☆

مخدومی و مخدوم اہل سنت

اعلیحضرت مسعود ملت دام اقبالہٗ

کا گرامی نامہ

محترم المقام دام عنایتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرم بالائے کرم۔۔۔ دل سے ممنون ہوں۔ آپ کی علالت موجب فکر وتشویش ہے، مولائے کریم آپ کو صحت عاجلہ وشفائے کاملہ عطا فرمائے آمین! ایک روز خیال آیا کہ کوئی اہل دل "جہان امام ربانی" پر نظم لکھدے۔ دوسرے ہی دن کرم نامہ مژدۂ جانفزا لے کر آیا۔ آپ نے اس نظم میں مجدد دیسیرت مجدد کو سمو دیا ہے۔ جزاکم اللہ۔ انشاء اللہ جہان امام ربانی کی آٹھویں جلد میں اس کو شامل کرلیا جائے گا جو ابھی زیر تدوین ہے۔ فقیر کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اس وقت کیفیت یہ ہے جو دم ہے غنیمت ہے۔

فقط والسلام

محمد مسعود احمد

نوٹ: اس گرامی نامے میں جس نظم کا ذکر کیا گیا ہے، وہ نظر قارئین ہے

جہان امام ربانی

(قدس سرہ ورضی اللہ عنہ)

پروفیسر محمد حسین آسی

۱۔ رہے زبان پہ شانِ امامِ ربانی — سنا اے کلک بیانِ امامِ ربانی
۲۔ ورائے عقل زمانِ امامِ ربانی — محیط صدیوں پہ آنِ امامِ ربانی
۳۔ ہنوز بتکدے باطل کے تھرتھراتے ہیں — کبھی جو گونجی اذانِ امامِ ربانی!
۴۔ بھلا سکے گی نہ سرہند کو کبھی دنیا — امٹ ہے نام و نشانِ امامِ ربانی
۵۔ مجدد الف بھی، بحرین میں صلہ بھی ہیں — عجب ہے شان عیانِ امامِ ربانی
۶۔ یہ شرح تحت قبائی ہیں، کیا نظر آئے — جمال سرِ نہانِ امامِ ربانی!!
۷۔ خدا گواہ کہ "یَتَکَلَّم" کا مظہر ہے — ہر ایک حرف زبانِ امامِ ربانی
۸۔ عجب جو کفر کے نقش و نگار ہیں تو کیا — غضب ہیں تیغ و سنانِ امامِ ربانی
۹۔ بلائیں آتی ہیں، آ آ کے چوک جاتی ہیں — نہ چوکا تیر کمانِ امامِ ربانی!
۱۰۔ ہمیشہ ساتھ رہی ہے جہاد والوں کے — نگاہ فیض رسانِ امامِ ربانی!
۱۱۔ جناب قائداعظم کہ شاعر مشرق — ہر اک ہے شیر ژیانِ امامِ ربانی

۱۲۔تمام شاہوں کے نعمت کدے جو مفت ملیں
نہ لوں بہ پارۂ نانِ امام ربانی !

۱۳۔ الٰہی مجھ کو بھی ایمان کی حرارت بخش
بسوز قلب تپانِ امام ربانی

۱۴۔ مجھے بھی عشق نبی ﷺ سے نواز دے یارب
بجاہِ عشق جوانِ امام ربانی

۱۵۔مجھ ایسے مردے کو بھی عمر جاوداں دے دے
طفیلِ روحِ روانِ امام ربانی

۱۶۔الٰہی قوم کو پھر ولولۂ تازہ بخش
بہ قبر خلد نشانِ امامِ ربانی

۱۷۔اب اس جہان میں اپنا تو جی نہیں لگتا
کہ سامنے ہے جہانِ امام ربانی

۱۸۔قبول میری طرف سے کریں مبارکباد
'تمام کارکنانِ' امامِ ربانی !!

۱۹۔خصوصی شکریہ پہنچے مسعود ملت کو
دکھایا مجھ کو 'جہانِ امامِ ربانی'

۲۰۔وہ بالیقین ہے مسعود جس کی ہر قوت
ہے وقفِ مدحتِ شانِ امامِ ربانی

۲۱۔میں اپنے شیخ کی نسبت پہ شکر کرتا ہوں
ہے آسی یہ بھی امانِ امامِ ربانی

واسطہ

جس کو نہیں حضور کی الفت سے واسطہ
اس کو نہیں ہے عزت و عظمت سے واسطہ

پھر سمجھو تم بھی راحم و مرحوم کچھ نہیں
ٹوٹا اگر حضور کی رحمت سے واسطہ

جانِ حیات وہ ہیں تو زندہ ہے اصل میں
جس کو ہے ان کے عشق و محبت سے واسطہ

سمجھا نہ جو بھی عظمتِ توقیر دہر میں!
توحید سے ہے اس کو نہ سنت سے واسطہ

زاہد جو بے نیاز ہے اُن سے تو دوزخی
اس کو کہاں ہے طوبیٰ و جنت سے واسطہ

فاسق سعید ہے، اگر ان کا غلام ہے
رکھتا ہے جو امیدِ شفاعت سے واسطہ

ہم کو کسی کی نوکری ہرگز نہیں قبول
اپنا تو ہے نبی کی حکومت سے واسطہ

جو رحمت تمام ہے، جو رحمت دوام
ہم کو ہے اس سخی کی سخاوت سے واسطہ

بے غیرتی ہے ان کے عدو سے ہو ربط وضبط
اے کاش حاکموں کو ہو غیرت سے واسطہ

ملت کہ فرد، جو بھی ہو اس آستاں سے دور
اس کو ہے قعرِ دوزخ و ذلت سے واسطہ

ماتم نہ کر، اٹھ ان کے مخالف سے کر جہاد
سچا اگر ہے آپ کی عترت سے واسطہ

جھوٹوں کو چھوڑ عالم کون و فساد میں
سچوں سے مل اگر ہے صداقت سے واسطہ

خنزیر و سگ سے بھی ہیں وہ ظالم ذلیل تر
جن کو ہے اُن کے بغض و کدورت سے واسطہ

آسی پہ اس کے مرشد کامل کی ہے نظر
اس کو جو ہے حضور کی مدحت سے واسطہ

پروفیسر محمد حسین آسی

حضور نقش لاثانی النورانی قدس سرہ کے اخلاق کریمانہ

پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زہد: ضیاء النبی (ج:۵) میں نسیم الریاض کے حوالے سے زہد کی تشریح یوں کی گئی ہے

الزهد : معناه ترک الدنیا رغبة فیما عند الله

یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس جو ابدی نعمتیں اور سرمدی رحمتیں ہیں ان کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کے سامان عیش وعشرت سے دستبردار ہو جانا

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم ثلاثة ایام تباعاً من خبر حتیٰ مضیٰ لسبیله

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ساری حیات مقدسہ میں کبھی بھی مسلسل تین دن تک پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا

اسی اسوۂ حسنہ کے مطابق اہل بیت اطہار کا زہد تھا۔ یہی ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا ہم چولھے میں آگ نہیں جلاتے تھے، کھجور اور پانی پر ہماری گزر اوقات تھی"۔

آپ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ 'سرور عالم ﷺ نے جب اس جہان فانی سے رحلت فرمائی تو کوئی دینار، درہم کوئی بکری اور اونٹ بطور ترکہ نہیں چھوڑا'

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ بارگاہ خداوندی میں یوں التجا کیا کرتے تھے

اللهم اجعل رزق ال محمد قوتاً

اے اللہ! آل محمد ﷺ کے رزق کو قوت بنادے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ حسب معمول حضور ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت دروازے پر پردہ لٹکا ہوا تھا اور دونوں شہزادوں نے چاندی کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ حضور پر نور ﷺ تشریف لائے مگر بغیر ملاقات کئے واپس ہو گئے۔ حضرت سیدہ مزاج شناس تھیں، آپ نے اسی وقت پردہ اتار پھینک دیا اور معصوم شہزادوں سے کنگن لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ٹکڑوں کو بانٹ دیا۔ دونوں صاحبزادے روتے ہوئے اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے کنگن لے لئے اور فرمایا ثوبان! یہ زیور فلاں شخص کی آل کے ہاں لے جا کیونکہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ یہ اپنی دنیوی زندگی میں لذائذ سے حظ اٹھائیں۔ ثوبان! فاطمہ کے لئے ایک عصب کا ہار اور عاج (ہاتھی

دانت) کے دو کنگن خرید لاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرما تھے۔ اس کے پٹھے کے نشانات پہلوئے مبارک پر نظر آنے لگے۔ حضور ﷺ سے عرض کی گئی، ہم آپ کے لئے گدا بنا دیتے ہیں فرمایا 'مجھے دنیا سے کیا غرض، دنیا میں میرا حال اس سوار کی مانند ہے جو گرمی کے موسم میں دن کو سفر کرتے ہوئے دو پہر کو ایک درخت کے نیچے آرام کر لے اور پھر اس کو چھوڑ کر چلا جائے۔

حضور پر نور ﷺ اپنے اہل و عیال بلکہ جملہ احباب و اصحاب کو بھی زہد ہی سے مالا مال کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اہل بیت اطہار اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کی سیرت مقدسہ اسی تربیت کا شاہکار تھی اور جس کو حضور انور ﷺ سے جتنا قرب حاصل تھا اتنا ہی وہ دنیا، اس کی زیب و زینت اور اس کی خواہش سے دور تھا۔

بلکہ خود ہادی اعظم ﷺ نے اس زہد و صبر کو عشق رسول ﷺ کی علامت ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے۔

> "حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا 'یا رسول اللہ! خدا کی قسم بیشک میں آپ سے محبت رکھتا ہوں' حضور ﷺ نے فرمایا 'دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ اس نے تین مرتبہ یہی عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر و فاقہ کے لئے برگستوان تیار کر لے۔ کیونکہ فقر و فاقہ میرے محبّ کی طرف اس سے بھی جلدی پہنچتا ہے جتنی کہ پانی کی رو اپنی منتہیٰ کی طرف پہنچتی ہے۔"

(صحیح مسلم۔ باب الامداد بالملئکۃ فی غزوۃ بدر)

'اس حدیث میں برگستواں کنا یہ صبر سے ہے جس طرح لڑائی میں برگستواں گھوڑے کو اذیت سے بچاتی ہے، اسی طرح صبر عاشق رسول خدا ﷺ کو فقر و فاقہ کی اذیت سے بچاتا ہے۔ کیونکہ صبر کے بغیر نفوس فقر کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے' (سیرت رسول عربی)

یہ ہے حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور یہ ہے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز حیات ۔ وہ لوگ جنھیں اس محبوب اکرم ﷺ سے عشق صادق ہے، ان کی علامت بھی بیان کر دی گئی۔ حقیقت یہ ہے حضور معلم اعظم ﷺ نے اپنے غلاموں کی جو تربیت فرمائی ہے، وہ آپ کے علمی و عملی انقلاب کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس کا یہ پہلو نہایت ہی تابناک ہے کہ لوگوں کے فکر کے سانچے بدل گئے۔ زندگی موت، عیش و آرام دکھ اور سکھ، عزت و آبرو، سیادت و خدمت اور حکومت و سیاست کے بارے میں دور جاہلیت کے سارے افکار و نظریات بدل کے رہ گئے۔ حضور پر نور ﷺ کا یہ فرمان کس قدر انقلابی ہے کہ کافر کو برزخ و آخرت، دوزخ و جنت میزانِ اعمال اور بخشش و شفاعت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس کے نزدیک فلسفہ زندگی اسی قدر ہے

ایہ جگ مٹھا   اگلا کس ڈٹھا

یعنی یہ دنیا کامیابی سے گزرتی رہے تو اسی میں سب کچھ آ گیا۔ باقی رہا آئندہ آنے والی دنیا، اسے کس نے دیکھا اور اس کے بارے میں جو باتیں کی جاتی ہیں، ان کا کیا اعتبار۔ یہ سب غیب کی باتیں ہیں اور یہ باتیں وہی مان سکتا ہے جو نبی غیب دان ﷺ پر ایمان رکھتا ہو۔ ہاں ہاں عالم برزخ و آخرت کے احوال 'نبی' کی چشمِ خدابین پر ہی کھلتے ہیں اور عالمِ غیب (یعنی ان دیکھی دنیا) کو دیکھنا اور اس کا تعارف کرانا منصبِ نبوت کی پہلی اور بنیادی ذمہ داری ہے۔ مومن نبی علیہ السلام پر اور اس کی غیب دانی پر پورا پورا ایمان رکھتا ہے۔ اس لئے اس دنیا کے بعد کی دنیا پر اس کا عقیدہ ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اسے اپنی دیکھی ہوئی چیزوں پر جو یقین ہوتا ہے آگے آنی والی دنیا پر اس کا یقین اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ کیوں نہ ہو وہ اپنے مشاہدے سے زیادہ نبی کے مشاہدے پر ایمان رکھتا ہے اور اپنی آنکھوں سے کروڑوں اربوں گنا زیادہ نبی کی آنکھوں پر اطمینان رکھتا ہے۔ آپ نے فارسی ضرب المثل پڑھی ہوگی

شنیدہ کے بعد مانندِ دیدہ

یعنی سنی سنائی چیز دیکھی ہوئی چیز کی طرح یقینی نہیں ہو سکتی۔ ہاں دوسرے لوگوں کے بارے میں یہ کہاوت بالکل بجا ہے مگر مومن کے نزدیک نبی سے 'شنیدہ' دوسرے کے 'دیدہ' سے زیادہ، بہت زیادہ یقینی و حتمی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفیانہ خیالات بدلتے رہے اور 'سائنسی حقائق' بھی بعد میں 'خواب' ثابت ہوتے رہے، مگر نبی علیہ السلام کا فرمان کبھی بدل سکا نہ کبھی بدل سکتا ہے۔ چنانچہ

برسوں فلاسفہ کی چناں وچنیں رہی
لیکن نبی کی بات جہاں تھی وہیں رہی

مثلاً نبی اکرم رسول معظم ﷺ نے ایک بار اعلان فرمادیا کہ یہ دنیا مومن کے لئے 'قید خانہ' ہے اور کافر کے لئے 'جنت' تو یقیناً یہ بات حق ہے۔ مردِ مومن اس دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت پا کر بھی جانتا ہے کہ آخرت کے مقابلے میں یہ نعمت چھوٹی سے چھوٹی ہے، لہٰذا وہ اپنی اگلی دنیا کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے دن رات محنت کرتا ہے۔ دنیا کو قید خانہ سمجھنے کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مومن اس دنیا میں 'قیدی' ہے اور 'قیدی' اپنی مرضی سے زندگی نہیں گزار سکتا، حتیٰ کہ کھانے پینے کے معمولی معاملات میں بھی وہ، کافر جس کے لئے یہ دنیا جنت ہے، کی طرح آزاد نہیں ہوسکتا۔ مومن کو قیدی کی طرح تھوڑی سی آزادی تو مل سکتی ہے، زیادہ نہیں۔ پھر جس طرح 'قیدی' بہر حال قید خانے سے جلد از جلد نکل جانا چاہتا ہے اور رہائی کا متمنی ہوتا ہے، یونہی مردِ مومن کا اس دنیا میں جی نہیں لگتا۔ وہ......اس کا علم و عمل اور گفتار و کردار غرض سب کچھ اگلی دنیا کے شوق میں ڈوبا رہتا ہے، بقول کسے

لگتا نہیں ہے دل مرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ نا پائیدار میں

آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے مردِ مومن اپنے خدا اور رسول ﷺ کی رضا کو اپنا نصب العین ٹھہرالیتا ہے، اور کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔ وہ نفسِ ملعون کی شرارتوں کو سمجھتا ہے اور نفسانی خواہشات کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اس کے نزدیک دنیا، اس کا عیش و آرام، اس کی شوکت و سطوت اور عزت و آبرو کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اسے ہر وقت یہی سرور رہتا ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کا بندہ ہے اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا غلام (اور امتی) ہے۔ جب اس کے فکر و نظر کی دنیا اتنی خوبصورت اور تابناک ہوجاتی ہے تو یہاں کی ہر مصیبت اس کے لئے پیغامِ راحت اور ہر ٹیس نغمہ جنت بن جاتی ہے۔

میرے حضور قبلہ عالم سرکار نقشِ لاثانی قدس سرہ سچے عاشقِ رسول ﷺ اور پکے مومن تھے۔ حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ نے ان کی تربیت ہی اس انداز میں فرمائی تھی کہ دنیا کی زیب و زینت ان کی نظر میں ہیچ تھی۔ انتھک محنت اور مسلسل جدوجہد کا جذبہ ان کی گھٹی میں داخل تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے آپ کے ذمے کام بہت زیادہ ہے اور وقت بہت کم، لہٰذا جس قدر بھی ہوسکے، زیادہ سے زیادہ سرگرمی سے اسے نپٹایا جائے۔ آپ کی شبانہ روز مصروفیات دیکھ کر دل پکار اٹھتا تھا کہ گوشت پوست کے عام انسانوں سے ان کا معیار کہیں بلند ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے اس معیارِ بلند یا مقامِ بلند تک پہنچنا ہرگز آسان نہیں۔ ڈاکٹر محمد عمر راولپنڈی کی جانی پہچانی شخصیت ہیں، حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کے دامن ہی سے وابستہ ہیں، ایک دفعہ فرماتے تھے کہ ایسی مصروف زندگی اللہ تعالیٰ کے ولی کی ہی ہوسکتی ہے، دوسرے انسان اس قسم کی مثال نہیں پیش کرسکتے۔ اس میں کیا شک ہے کہ حضور پرنور شافع یومِ النشور ﷺ کا اسوہ حسنہ اپنی مثال آپ ہے اور کما حقہ اس کی پیروی کرنا ناممکن ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام میں بھی حضور پرنور علیہ السلام سید الزاہدین ہیں تو دوسرے حضرات اگرچہ زہد کے بظاہر بڑے سے بڑے درجے پر ہوں حضور علیہ السلام کے زہد کا جواب کیوں کر بن سکتے ہیں۔ کسی بھی دوسرے یہ تاب و تواں اور یہ حوصلہ و ہمت کہاں؟ یہاں یہ بتانا مقصود ہے جو لوگ جس حد تک اس کی پیروی کرپاتے ہیں اپنے اپنے ماحول اور دائرہ کار میں وہ بھی اپنی اپنی شان و عظمت اور مقام و حیثیت کے لائق اپنی مثال آپ ہی ہوجاتے ہیں۔ اتباع رسول ﷺ انہیں اتنا بلند کردیتی ہے کہ دوسروں کے لئے انہیں دیکھنا بھی پگڑی سنبھالے بغیر مشکل ہوتا ہے۔

ہمارا دور تکلفات اور نمود و نمائش کا دور ہے۔ آج پیر بننے کے

لئے بھی تزکیہ نفس اور تجلیہ قلب کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، بلکہ ٹوپی، واسکٹ، اچکن، پُر رعب لباس اور دیگر ایسے ہی لوازمات پر عموماً 'پیری' کا دارومدار رہ گیا ہے۔ دور حاضر میں 'ہر دلعزیز' پیروں کی ایک ایسی کھیپ بھی تیار ہو رہی ہے جنھوں نے تہبند اور شلوار کی بجائے پتلون کو اپنایا ہوا ہے، سر ننگا رہتا ہے اور مرد و زن کے ہجوم میں پیر صاحب بیٹھے لوگوں کو حلقہ ارادت میں داخل کر رہے ہیں۔ چنانچہ جس رفتار سے صورتحال میں انقلاب آرہا ہے ممکن ہے جلد ہی پیر صاحبان ٹائی وغیرہ پہن کر تبلیغی اور تنظیمی سفر پر روانہ ہوا کریں۔ ہمارے ہاں مشائخ کی تقلید بھی بڑی ضروری سمجھی جاتی ہے، بلکہ پیر اگر حضور محبوبِ خدا ﷺ کا سچا غلام اور متبع ہے تو اس کی اطاعت وتقلید تو ضروری ہونی ہی چاہئے اور اکابر صوفیہ کی سوانح حیات میں ایسے واقعات بہت مل جاتے ہیں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ ایسے مشائخ کتنے فیصد رہ گئے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ شیخ خود جاگتا تھا اور حلقہ نشینوں کو جگائے رکھتا تھا مگر اب ایسا کہاں؟ ہے تو بہت ہی کم۔ ہاں تقلید شیخ کے بڑے بڑے عجیب کرشمے ہیں۔ تیس چالیس سال پہلے کی بات ہے میں نے اپنے دوست احمد نواز صاحب چیمہ سے سنا تھا کہ ڈسکہ کے علاقے میں ایک پیر صاحب تشریف لاتے ہیں اور فٹ بال ضرور کھیلتے ہیں۔ وجہ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ ان کے پیر صاحب نے کہیں ایک بار فٹ بال کو ہاتھ یا پاؤں لگا دیا تھا۔ اسی طرح آپ دیکھیں گے کہ اگر کوئی پیر شامتِ اعمال کا مارا اپنی مونچھیں بڑھاتا ہے تو 'مرید' صادق پیر کی اس خلافِ سنت 'سنت' پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری سمجھتا ہے۔ چنانچہ آج بعض ٹھیک ٹھاک پڑھے لکھے مولوی حضرات بھی 'بہ مے سجادہ رنگیں کن' پر عمل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح آباؤ اجداد میں سے کوئی صاحب جو 'شیخ فانی' کی عمر کو پہنچ گئے ہوں، کسی بچی کی دلجوئی کے لئے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں مگر آل اولاد میں سے جوان عمر کا پیر اسے قابلِ تقلید ٹھہرا لیتا ہے اور چھوٹی بڑی عورتوں کے سر پر 'پیار دینا' ضروری سمجھتا ہے۔

بات چلی تھی تکلفات دور حاضر سے اور عرض کیا جا رہا تھا کہ مشائخ کہلوانے والوں کی اچھی خاصی تعداد ان کی نذر ہوتی جا رہی ہے۔ حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ ان تکلفات سے بے نیاز اور بالاتر تھے۔ سر پر لٹھے کی ٹوپی سفید و باریک، کبھی ٹوپی کے اوپر یا کندھوں پر سفید چادر، سفید پیراہن اور سفید تہ بند مبارک میں دیسی جوتا، یہ لباس اگرچہ از حد سادہ ہوتا تھا، تاہم جو شخصیت اس میں ملبوس ہوتی تھی، ہیبت مومنانہ کا مرقع ہوتی تھی۔ آپ نے استری کیئے ہوئے کپڑے کبھی استعمال نہیں فرمائے بلکہ تازہ دھلا ہوا کپڑا آتا تو آپ اسے دونوں ہاتھوں میں لے کر اسے دو چار بار خوب دباتے تھے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ تہ بند یا کرتے میں کوئی سلوٹ یا تہ وغیرہ نہیں رہ سکتی تھی۔

طالب علمی کے زمانے میں آپ غالباً اچکن زیب تن فرمالیا کرتے تھے۔ مگر اس کے بعد یہی مختصر سا لباس ہوتا تھا (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) درویشوں اور مہمانوں کے سامنے بھی یہی، گھر اور باہر بھی یہی، سفر و حضر میں بھی یہی۔

جس طرح آپ کا لباس مبارک انتہائی سادہ ہوتا تھا' اسی طرح آپ کی خوراک بھی انتہائی سادہ تھا۔ کھانے پینے کی اشیاء میں وہی مرغوب تھیں جن پر حضور پرنور ﷺ کی پسندیدگی کی مہر لگ چکی تھی۔ ورنہ اپنی طرف سے پسند و ناپسند کی کوئی بات نہیں تھی۔ چنانچہ آپ کے فرزند اکبر جانشین حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب (نقشہ نقش لاثانی) قدس سرہ کے بقول ساری عمر یہ پتا ہی نہ چل سکا کہ اپنے طور پر آپ کو کونسی شے مرغوب خاطر ہے۔ ویسے بھی آپ کی خوراک بہت کم تھی، یوں محسوس ہوتا تھا کہ موت کی یاد نے کھانے پینے سے مزا اٹھا لیا ہو ڈکار کی آواز کو نہایت مکروہ سمجھتے تھے، خود بھی ساری عمر ڈکار نہ لی اور اگر کسی اور طرف سے ایسی آواز آتی تو سرزنش بھی فرماتے۔ کچھ بھوک رکھ کر دستر خوان سے اٹھنا آپ کا مستقل شیوہ تھا۔ دربار شریف میں درویشوں اور مہمانوں کو کھانا کھلاتے وقت کچھ دور بیٹھ کر خود نگرانی فرماتے تھے۔ جب سب کو کھانا مل جاتا تو بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم دیا جاتا اور سب حاضرین کھانا شروع کر دیتے۔ کھانے کے بعد سب کو ہاتھ، منہ اور اپنے اپنے برتن بھی دھونا

ہوتے تھے۔حضور قبلہ عالم قدس سرہ خود ان تمام درویشوں اور مہمانوں کے بعد کھانا تناول فرماتے تھے۔کبھی کبھی یوں بھی ہوتا کہ غلام کھانا کھا رہے ہیں اور آقا و مولا حضور نقش لاثانی گرمی کے موسم میں اپنے غلاموں کو پنکھا جھل رہے ہوتے اور کسی کی یہ مجال نہیں تھی کہ کھانا چھوڑ کر آپ کے دست مبارک سے پنکھا لینے کی کوشش کرتا۔آوارہ گفتگو اور خوش گپیوں کی اجازت کسی حال میں نہیں تھی ۔کھانا کھاتے وقت اور بھی احتیاط کرائی جاتی کھاتے پیتے آپ کے بیٹھنے کا انداز بھی تکبر اور غفلت سے پاک ہوتا تھا۔دائیں گھٹنا کھڑا ہوتا اور ران پیٹ سے لگا ہوتا۔اس میں عجز و انکسار بھی ہے اور کم کھانے کی تدبیر بھی ۔دربار شریف میں مہمان آتے ہی رہتے تھے اور کھانا تیار ہی رہتا تھا۔تاہم جب اجتماعی طور پر کھانا پیش کیا جاتا تھا تو بھی درویشوں اور مہمانوں کی دو تین لمبی لمبی قطاریں ہوتی تھیں۔زیادہ لوگوں کے شامل طعام سے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو بڑی راحت محسوس ہوتی تھی اور کھانے والوں کو کھاتا دیکھ کر آپ خوش ہوتے جاتے تھے۔حسب موقعہ اگر کوئی مٹھائی یا پھل وغیرہ موجود ہوتا تو وہ بھی درویشوں اور مہمانوں میں تقسیم کیا جاتا۔ایسا کبھی نہ ہوتا کہ یہ چیزیں استعمال نہ ہونے کی بنا پر گل سڑ گئی ہوئی ہوں۔حضور خود بہت ہی کم ملاحظہ فرماتے ۔ یہ سب کچھ غلاموں اور مہمانوں کے لئے ہی ہوتا تھا مسکینوں اور سادہ دل درویشوں سے زیادہ پیار فرماتے ،اکثر ان کی دلجوئی کا خصوصی اہتمام رہتا۔مثلاً چودھری عبدالغنی مرحوم بڑے مخلص اور سادہ دل درویش تھے۔حضور ان سے بہت لاڈ پیار فرمایا کرتے۔ مٹھائی وغیرہ تقسیم کراتے وقت آپ فرمادیتے تھے کہ مرا حصہ چودھری صاحب کو دیا جائے۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے دربار میں زیر تربیت خدام اور دوسرے حاضرین کے لئے چٹائیاں بچھائی جاتی تھیں۔اکثر حضور خود بھی ان پر تشریف فرما ہوتے ۔بعض دفعہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کو بھی انہیں پر بیٹھنا ہوتا تھا۔پہلے پہل بیٹھنے میں تو انھیں دقت ضرور محسوس ہوتی تھی مگر رفتہ رفتہ عادی ہو جاتے تھے اور یوں گویا زہد کی اور غریب و مسکین لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی مشق کرائی جاتی ۔امیروں کا غریبوں کے ساتھ بیٹھنا ان کے نفس پر گراں ہوتا ہے۔آپ کو یاد ہو گا خود قرآن پاک اس پر گواہ ہے ابوجہل پارٹی نے خود حضور پاک ﷺ سے مطالبہ تک کر دیا تھا کہ ہمیں کمزوروں اور غریبوں کے پاس بیٹھنا گوارا نہیں ،ان کے لئے اور ہمارے لئے الگ الگ دن مقرر فرمادیجئے۔

حضور پر نور ﷺ نے اس مطالبے کی کوئی پروانہ فرمائی اور اخوت مساوات انسانی کا جو یہ پروگرام اپنے اللہ کی طرف سے لائے تھے اسی کو پروان چڑھایا۔حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کے ہر سچے نائب و وارث کا مقصد حیات بھی اسی پروگرام پر عمل پیرا ہونا ہے لہذا ایسی اخوت و مساوات کا نظارہ بھی انھیں کے ہاں نظر آتا ہے۔میرے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے دربار مقدس کا بھی یہی رنگ تھا۔

بنازم بہ بزم محبت کہ آنجا!
گدائے بہ شاہے مقابل نشیند

دنیا کے معززین کے سامنے جب غربا و مساکین پر شفقت کی جاتی تھی تو ایک طرف ان کے دل کی مرجھائی کلیاں کھل جاتی تھیں اور ذہن و ضمیر سے یاس و حسرت کے بادل چھٹ جاتے تھے،ان کی ہمت افزائی ہوتی تھی اور دوسری طرف سرمایہ داروں اور کرسی نشینوں کو مہر و مروت کا سبق ملتا تھا اور بعض دفعہ ذہن میں ہمچو ما دیگرے نیست کا جو سودا دل میں سمایا ہوتا تھا...... میں نے خود بعض امرا کو اس پر حیرت زدہ دیکھا ہے کہ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی دنیوی طور بھی فارغ البال ہوتے ہوئے بھی کس طرح ان کھردری چٹائیوں پر تشریف فرما رہتے ہیں کبھی کبھی چارپائی پر بھی بیٹھ جاتے تھے اور سچ پوچھو تو اس میں بھی تبلیغ کے کئی پہلو تھے۔کبھی تو کوئی کتاب مثلاً بستان العارفین یا اسلامی زندگی آپ کے پاس ہوتی اور آپ اسے پڑھ پڑھ کے حاضرین کو سنایا کرتے تھے۔کبھی کتاب کے بغیر ہی قرآن و سنت کی تعلیمات کا غیر رسمی سا درس ہوتا یا حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کی سیرت طیبہ کے بعض گوشے آپ حاضرین کے سامنے رکھتے۔

قصہ درد

فاتح مرزائیت
علامہ طاہر عبدالرزاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ عالم اٹھا کر دیکھئے۔ کفر نے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے ہمیشہ ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ وہ کون سا جال ہے، جو اسلام کو مقید کرنے کیلئے استعمال نہ کیا گیا۔ وہ کون سی خطرناک سازش ہے، جو اسلام کی گردن کاٹنے کے لئے تیار نہ کی گئی وہ کونسا ننگ انسانیت حربہ ہے جو اسلام کے تارو پود بکھیرنے کیلئے استعمال نہ کیا گیا......وہ کون سی درندگی ہے جس کی مشق سینہ اسلام پر نہ کی گئی......وہ کون سے ہولناک مظالم ہیں، جو اسلام کے نام لیواؤں پر روانہ رکھے گئے......لیکن جب ہندوستان پر فرنگی استعمار قابض ہو چکا تھا......مسلمان غلامی کی آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے......کفر نے اسلام پر ایک نیا، نرالا اور اچھوتا حملہ کیا......ایک خوفناک سازش تیار ہوئی......ایک بھیانک منصوبہ بنا......جس کے تحت اسلام کو اسلام کے نام پر لوٹنے کا پروگرام بنا......نبی اکرم جناب محمد عربی ﷺ کو آپ ﷺ کے نام پر لوٹا جائے......قرآن کو قرآن کے نام پر لوٹا جائے......احادیث کو احادیث کے نام پر لوٹا جائے......اہل بیت رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کے نام پر لوٹا جائے......صحابہ کو صحابہ کے نام پر لوٹا جائے......حج کو حج کے نام پر لوٹا جائے......مکہ اور مدینہ کو مکہ اور مدینہ کے نام پر لوٹا جائے......اسی طرح دیگر اسلامی شعار واصلاحات کو انہیں کے نام پر غارت کیا جائے......کفر نے اپنے اس خاص ایکشن کو ”قادیانی ایکشن“ کا نام دیا اور اس کی قیادت ایک ننگ دین، ننگ وطن، ننگ انسانیت اور تاریخ انسانیت کے بدترین شخص مرزا قادیانی کو سونپ دی گئی......کفر نے اپنا کفریہ لباس اتارا......کفریہ ہتھیار توڑے......چہرے سے کفریہ نشان مٹائے......کفریہ عادات واطوار ترک کیے......کفریہ چال اور کفریہ رنگ ڈھنگ ختم کیا......کفر نے اجلا اسلامی لباس پہنا......چہرے پر داڑھی سجائی......ماتھے پر محراب ابھارا......سر پر عمامہ رکھا......ہاتھ میں تسبیح پکڑی......لبوں پر قرآن کی آیات سجائیں......زبان پر اسلامی وعظ جاری کیا......اور بغل میں دو دھاری چھری رکھی......اور مسلمانوں میں گھس گیا اور ایسا گھل مل گیا کہ پہچان مشکل ہوگئی......

پھر کفر نے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی......کفر مختلف جگہوں پر اسلامی جلسے اور دینی اجتماع کرنے لگا......عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظرے ہونے لگے......اسلامی کتابیں چھپنے لگیں......اسلامی لٹریچر پورے ہندوستان میں تقسیم ہونے لگا......اور اس کے ساتھ ہی سادہ لوح مسلمان مرزا قادیانی کو ایک اسلامی رہنما سمجھ کر اس کے گرد اکٹھے ہونے لگے......کتے کا گوشت بکرے کے گوشت کے نام پر فروخت ہونے لگا......زہر تریاق کے نام پر بکنے لگا......شیطنت رحمانیت کے نام پر فروخت ہونے لگی اور جہنم، جنت کے نام پر بکنے لگی۔

لٹیروں نے جنگل میں شمع جلا دی
مسافر یہ سمجھا کہ منزل یہی ہے

......☆......

اللہ رے دیکھئے اسیری بلبل کا اہتمام
صیاد عطر مل کے چلا ہے گلاب کا

......☆......

حسین سانپ کے نقش و نگار خوب سہی
نگاہ زہر پہ رکھ خوش نماز بدن پہ نہ جا

......☆......

غدار نے بھی دھار لیا روپ مسلماں
تسبیح کے دانوں میں چھپی تیغ ستم ہے

......☆......

وہ اک دھبہ ہی علم وآگہی کے نام پر
تیرگی پھیلا رہے ہیں روشنی کے نام پر

......☆......

ہائے کتنے مسلمانوں نے مرزا قادیانی کو نبی اور مسیح موعود مان لیا......

ہائے کتنے مسلمانوں نے اس کے بے ہودہ جملوں کو وحی تسلیم کرلیا......

ہائے کتنے مسلمانوں نے اس کے گندے خاندان کو اہل بیت قبول کر لیا......

ہائے کتنے مسلمانوں نے اس کے بے ضمیر و بے ایمان ساتھیوں کو صحابہ مان لیا......

ہائے کتنے مسلمانوں نے قادیان کو مکہ ومدینہ تسلیم کرلیا......

انگریزی نبی مرزا قادیانی ایک ماہر شکاری کی طرح مسلمانوں کو پکڑتا رہا اور اپنی دو دھاری چھری سے ان کے ایمان کی رگ کاٹتا رہا اور انہیں اپنے قفس شیطانی میں گرفتار کرتا رہا...... ان کے مال واسباب لوٹتا رہا...... ان کی عزتوں سے کھیلتا رہا...... فرنگی اپنے شیطانی روبوٹ مرزا قادیانی کے ''کارناموں'' کو دیکھ کر خوشی سے شیطانی قہقہے لگاتا...... اور جھوم جھوم کر جام پہ جام لنڈھاتا رہا......

مسلمانو! مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو تقریباً ایک صدی بیت چلی لیکن قادیانیوں کے دجل وفریب کا دھندا آج بھی پوری شدت سے جاری ہے...... قادیانی ہمارے معاشرے میں جگہ جگہ گھات لگائے اور جال بچھائے بیٹھے ہیں...... اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمانوں کا شکار کر رہے ہیں۔ رسول رحمت ﷺ کے امتی کہلانے والو! قادیانیوں کی یہ سازشیں اللہ کے خلاف ہیں...... اللہ کے نبی جناب محمد عربی ﷺ کے خلاف ہیں...... اللہ کی کتاب قرآن پاک کے خلاف ہیں...... اللہ کے دین اسلام کے خلاف ہیں......

اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اللہ سے ناطہ ہے...... رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہے...... کتاب اللہ سے واسطہ ہے...... تو بتائیے ہم نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول معظم ﷺ اور اس کی کتاب مقدس کے دشمنوں، قادیانیوں کے خلاف کیا کام کیا؟ کیا جدوجہد کی؟ کیا آواز اٹھائی؟

اگر ہم نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کیا...... تو ہم اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں...... اور آیئے ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر سوچیں کہ ہم کون ہیں؟ مسلمان یا............؟

مسلمانو! اگر ہماری انگلی پر کوئی کٹ لگ جائے اور تھوڑا سا خون بہہ نکلے تو پورے جسم میں ایک ارتعاش پیدا ہوجاتا ہے۔ دماغ کے افق پر پریشانی کے بادل منڈلانے لگتے ہیں، چہرے پر تشویش کی سلوٹیں چڑھ جاتی ہیں۔ آنکھوں کے سامنے غم کے بگولے رقص کرنے لگتے ہیں، دل مسوس کے رہ جاتا ہے، پاؤں فوراً کسی اچھے ڈاکٹر کی طرف بھاگتے ہیں۔ زبان بے تکان بولتے ہوئے ڈاکٹر کو سارا قصہ غم سناتی ہے۔ اکھڑا ہوا سانس اور چہرے کے اتار چڑھاؤ ڈاکٹر کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی بھرپور کوششیں کرتے ہیں۔ ڈاکٹر فوراً مرہم پٹی کرتا ہے، ٹیکہ لگاتا ہے، دوائی دیتا ہے اور پھر کندھوں پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے تسلی وتشفی دیتا ہے۔ تب کہیں جا کر جان میں جان آتی ہے۔

لیکن دوستو! آؤ ایک اور تصویر بھی دیکھتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے ایک گھناؤنی سازش کے تحت اسلام کے سر میں ارتداد کا کلہاڑا دے مارا، جس سے چہرۂ اسلام اور جسم اسلام لہولہو ہے...... چہرۂ اسلام کو خون میں تربتر دیکھ کر کبھی ہمارے دل پر چوٹ لگی؟ کبھی ہمارے جگر میں چبھن ہوئی؟ کبھی ہماری آنکھیں نمناک ہوئیں؟ کبھی ہمارا سر چکرایا؟ کبھی ہمارا دماغ مجروح ہوا؟ کبھی ہمارے اعصاب مضطرب ہوئے؟ کبھی ہمارے ہاتھ کلہاڑے کی طرف بڑھے؟ اتنے بڑے سانحے پر کبھی ہماری زبان نے احتجاج کیا؟

آؤ سوچیں...... آؤ فکر کریں...... آؤ خود کو پرکھیں...... آؤ خود کو کھنگالیں...... ہم کتنے ظالم ہیں؟ ہم کتنے خود پرست ہیں؟ اپنی انگلی کے چھوٹے سے کٹ پر اتنا طوفان...... اور اسلام کے لہولہان چہرے کو دیکھ کر سکوت مرگ...... ہائے اسلام سے یہ بے رخی...... یہ بے وفائی...... یہ بے اعتنائی...... ہمیں کہاں لے جائے گی؟...... کہاں لے جارہی ہے؟......

پوچھ رہی ہے یہ جرس، اہل جنوں کو کیا ہوا
دیکھ رہی ہے رہگزر، اہل وفا کدھر گئے

......☆......

خبرنامہ

محمد طاہر نقاش

آسی

ماتم نہ کر ، اٹھ ان کے مخالف سے کر جہاد — سچا اگر ہے آپ کی عترت سے واسطہ
جھوٹوں کو چھوڑ عالم کون و فساد میں — سچوں سے مل اگر ہے صداقت سے واسطہ
خنزیر و سگ سے بھی ہیں وہ ظالم ذلیل تر — جن کو ہے اُن کے بغض و کدورت سے واسطہ
آسی پہ اس کے مرشد کامل کی ہے نظر — اس کو جو ہے حضور کی مدحت سے واسطہ

﴿پروفیسر محمد حسین آسی﴾

۱......ان دنوں پیر طریقت ، رہبر شریعت ، وارث انوار لاثانی ، مالک فیوضات حضور نقش لاثانی علیہما الرحمہ حضور پیر سید اسماعیل شاہ صاحب المعروف حضور کا کا جی سرکار ادام اللہ ظلہ علینا ابداً ابداً (سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور سیداں شریف) علیل ہیں۔ مورخہ 20 مئی 2005ء بروز جمعۃ المبارک کو نقش لاثانی نگر شکر گڑھ میں ہفتہ وار عرس شہنشاہ نقش لاثانی کی تقریب سعید کے اختتام پر سیدی و مرشدی و مولائی اعلیٰحضرت عظیم البرکت حضور قبلہ پروفیسر محمد حسین صاحب آسی مدظلہ العالیٰ نے ان کی شفایابی کیلئے خصوصی دعا کی اور ان کی ذات مقدسہ کو اہل سنت و جماعت کیلئے خدا تعالیٰ کا ایک گراں قدر عطیہ گردانتے ہوئے ان کیلئے درازئ عمر کی دعا بھی کی۔ قارئین مجلّہ الحقیقہ سے بھی دعا کی التماس ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عمر خضری عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

۲......13 مئی بروز جمعۃ المبارک کو محلّہ نقش لاثانی نگر میں ہفتہ وار عرس شہنشاہ ولایت کے انعقاد کے بعد سرپرست اعلیٰ مجلّہ الحقیقہ وشیران اسلام مفکر اسلام حضور قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر صدارت ایک مختصر سی نشست انعقاد پذیر ہوئی۔ جس میں حضور قبلہ عالم نے شرکاء محفل کو اپنے مواعظ حسنہ سے نوازتے ہوئے اختتامی کلمات میں مجلّہ الحقیقہ کی تدوین و اشاعت میں مصروف پوری ٹیم کو مبارکباد پیش فرمائی خصوصاً مدیر مسئول مجلّہ الحقیقہ جناب افتخار احمد ممنون صاحب اور مہتمم مجلّہ الحقیقہ الحاج شوکت علی شوہر صاحب کی دن رات گوناں گوں کاوشوں سے پیش نظر "میلاد شریف نمبر" کے عمدہ، ضخیم تحریروں سے بھرپور اور بروقت قارئین کی نظروں کی زینت بننے پر خراج تحسین پیش فرمایا۔ اس کے ساتھ آپ نے اپنے دست اقدس سے جناب افتخار احمد ممنون صاحب اور جناب الحاج شوکت علی شوہر صاحب کو بطور داد ہار پہنائے۔ اور آخر میں ان کی مزید

کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔

۳......یکم مئی 2005 بروز اتوار صبح دس بجے شیران اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹیریٹ نقش لاثانی ہائی سکول/سیالکوٹ میں مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔جس کی صدارت مرکزی امیر شیران اسلام جناب محترم شجاعت علی مجاہد صاحب نے کی۔

اجلاس میں مرکزی امیر صاحب نے تنظیم کو فعال بنانے اور تنظیم سازی کے حوالے سے ہدایات جاری فرمائیں۔مرکزی امیر صاحب نے فرمایا کہ اس وقت دنیا میں تقریباً1600 اسلامی تحریکیں کام کر رہی ہیں۔اس کے باوجود مسلمان پیچھے ہی پیچھے جا رہے ہیں۔مسلمانوں کو اس وقت تک اپنے مقاصد میں کامیابی نہیں ہوسکتی جب تک حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا نہ ہوں گے۔ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا ہوگا۔اور منظم ہوکر دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنا ہوگا اس کے علاوہ حکومت کی خارجہ پالیسیوں کی بھرپور مذمت بھی کی۔

اجلاس میں مرکزی امیر صاحب کے علاوہ مرکزی رہنما جناب عارف علی مجاہد صاحب،عزت مآب جناب حاجی عبدالرزاق صاحب، مرکزی رابطہ سیکریڑی حافظ اظہر نعیم صاحب،گوجرانوالہ ڈویژن کے ناظم محمد سہیل انجم صاحب،طارق سردار صاحب ضلعی ناظم نارووال،محمد عاصم صاحب کنوینر ضلع لاہور،محمد الیاس صاحب سیالکوٹ،مفتی غلام حسن نورانی صاحب،مولانا فاروق نورانی صاحب،محمد عمر صاحب،محمد کاشف صاحب اور محمد توقیر صاحب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

۴......شیران اسلام پاکستان تحصیل ڈسکہ کے زیر اہتمام 12 روزہ محافل میلاد مصطفیٰ کا انعقاد بڑی دھوم دھام سے جامع مسجد شہیداں سمبڑیال روڈ ڈسکہ میں کیا گیا۔جس کی سرپرستی نورِ نگاہِ حضور نقش لاثانی حضور پیر سید حضرت اسماعیل شاہ صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف نے اور صدارت سرپرست اعلیٰ شیران اسلام ومجلّہ الحقیقہ مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب نے فرمائی۔ان محافل پر کم علماء کرام کو خطاب کیلئے مدعو کیا گیا تھا انہوں نے اپنے اپنے موضوعات پر ایسی علمی اور تحقیقی گفتگو کی کہ جس کے تاثرات کئی دنوں تک عوام میں پائے جاتے رہے،یہ محافل شیران اسلام ڈسکہ کے امیر بزرگوار محترم عزت مآب جناب حاجی عبدالرزاق صاحب کے زیر انتظام ہوتی ہیں۔جناب حاجی موصوف صاحب اپنی دن رات کوششوں سے ان محافل کو کامیاب بنانے میں بھرپور کردار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کے مستقبل میں بھی اسی جوش و جذبہ سے سرگرم عمل رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

۵......تحریک شیران اسلام پاکستان ضلع نارووال کے زیر اہتمام حسب سابق ماہ ربیع الاول شریف میں تیس روزہ محافل میلاد کا انعقاد ہوا۔جس کی سرپرستی حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی۔پورے ماہ میں نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی کے طالب علموں نے بڑے جوش وخروش سے حضور سرور عالم ﷺ کا میلاد بیان کیا،خصوصاً بالخصوص مدرس نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی حضرت علامہ مولانا محمد شاہد صاحب اور صدر مدرس نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی بڑے والہانہ انداز میں ان محافل میں لوگوں کے دلوں کو عشق مصطفیٰ سے منور کیا۔بارہ ربیع اول شریف کو مرکزی جلوس میں شرکت کے بعد مسجد خاتون جنت محلّہ نقش لاثانی نگر میں مرکزی محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا۔جس میں علاقہ بھر کے علماء اکرام اور نعت خوان حضرات نے اپنے اپنے انداز میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں ھدیہ عقیدت پیش کیا۔

۶......19 مئی 2005 بروز جمعرات محبوب سبحانی،قطب ربانی،سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی کی یاد میں بڑی گیارھویں شریف کا انعقاد بمقام جامع مسجد شہیداں سبمڑیال روڈ ڈسکہ میں کیا گیا۔جس کی سرپرستی حضور قبلہ پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب اور صدارت مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین

آسی صاحب نے فرمائی سٹیج سکریٹری کے فرائض حضرت مولانا محمد ثناء اللہ قادری صاحب نے انجام دیئے۔ خصوصی خطاب مقرر ذیشان حضرت علامہ محمد صفدر رضا قادری صاحب آف لالہ موسیٰ نے کیا۔ اس کے علاوہ علاقہ بھر کے علماء اکرام نے سیرت غوث الثقلین کے حوالے سے گفتگو کی اور نعت خوان حضرات نے بھی شرکت فرما کر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

☆......☆......☆

حمد و نعت

واللہ ہے وراء الوراء ذاتِ کبریا

......حمد ،نعت کے حوالے سے......

انسانیت کے اصل نگہباں حضور ہیں
سب سے بڑے محافظِ انساں حضور ہیں
سب کچھ مرا حضور ہیں میرے خدا کے بعد
مقصد ، مراد ، مدعا ، ارماں حضور ہیں
اک دَور تک نہیں ہیں نبی کی نوازشیں
حق ہے تو یہ کہ سرورِ دوراں حضور ہیں
حکمت حضور کی ہے حکومت حضور کی
حاکم ، حکیم ، محکم ، حکم ہاں حضور ہیں
خلوت میں بھی حضور ہیں جلوت میں بھی حضور
پنہاں ، نہاں ، عیاں و نمایاں حضور ہیں
کہتا ہے کون کام بناتے نہیں حضور
سب جانتے ہیں رحمت رحمٰں حضور ہیں
واللہ ہے وراء الوراء ذاتِ کبریا
پھر آپ؟ اصلِ عالم امکاں حضور ہیں
ہرسو حضور ہی کی تجلی ہے عطر بیز
جانِ گل و بہار و گلستاں حضور ہیں
جنت میں بھی حضور کے جلووں کی دھوم ہے
بیشک ملیکِ روضہ رضواں حضور ہیں
تابندہ الغرض شبستانِ کائنات

باعث ہے یہ کہ شمع شبستان حضور ہیں
آسی کو اپنے شیخ کی برکت سے ڈر نہیں
بیشک کریم و حافظ و نگراں حضور ہیں

﴿پروفیسر محمد حسین آسی﴾

Monthly Mujallah **Al-Haqiqa**

June 2005
Reg.No. C.P.L 590

یارحمۃ للعالمین ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یارب العالمین جل جلالہ

نقشِ لاثانی نگر شکرگڑھ میں

نقشِ لاثانی اسلامک یونیورسٹی

کی تعمیر شروع ہے

زیرِ سرپرستی

حضور مفکرِ اسلام پروفیسر محمد حسین آسی مدظلہ العالی

سرپرست

شیرانِ اسلام و مجلہ الحقیقہ

حضور پُرنور سرکار رحمۃ للعالمین ﷺ

کے غلاموں سے

اپیل ہے

کہ

بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیں

منجانب شیرانِ اسلام پاکستان